UNIVERSAL LIBRARY
OU_226167
UNIVERSAL LIBRARY

عن عمرو بن العاص ... سمع رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول

اذا حکم الحاکم فاجتهد ثم اصاب فله اجران

واذا حکم فاجتهد ثم اخطأ فله اجر

رواه البخاری ... ۱۴۲

...

والله اعلم بالصواب

طلباء ...

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وما من الٰہ الا الٰہ واحد (المائدہ)

سلسلۂ امام ابن تیمیہ نمبر ۵

اُردو ترجمہ

کتاب

زیارۃ القبور

مُصنفہ

مجدد اعظم شیخ الاسلام حضرت امام ابن تیمیۃ الحرانی علیہ رحمۃ اللہ

مع

متن عربی

حسب فرمایش

حافظ محمد شریف عبد الغنی تاجران کتب کشمیری بازار لاہور

مالکان دار الحدیث ... اشاعت تصانیف امام ابن تیمیہ

سنہ ۱۳۴۷ھ

مطبع رفیق عام لاہور ریلوے روڈ

باہتمام

منشی عزیز الدین پرنٹر مطبوع گردید

امام ابن تیمیہ کی مندرجہ ذیل تصانیف کے اردو تراجم چھپ کر تیار ہیں

تفسیر سورۂ فلق و النّاس مع متن عربی۔ اس تفسیر میں امام موصوف نے پہلے تمام متقدمین کے اقوال نقل کئے ہیں جو لفظ غاسق۔ وقب۔ وسواس۔ رب۔ ملک۔ الٰہ کے متعلق اُن کی تفسیروں میں پائے گئے ہیں۔ اسکے بعد نہایت پُرزور استدلالات سے راجح ترین قول کی تحقیق کی ہے۔ علاوہ اور مباحث کے جو تفسیر کے سلسلہ میں ضمناً آگئے ہیں آیۃ من الجنۃ والنّاس کی تفسیر کرتے ہوئے شیاطین الانس اور شیاطین الجن کے مکر اور وسواس پر نہایت جامع اور معقول بحث کی ہے۔ پوری خوبی کا اندازہ دیکھنے پر منحصر ہے نہایت جامع تفسیر ہے۔ قیمت ۹

العقیدۃ الواسطیہ مع متن عربی۔ یہ کتاب اصولِ ایمان کی تفسیر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ، ملائکہ، کتب، رسل، تقدیر اور یوم آخرت پر جس طرح ایمان رکھنا چاہیئے، اس کی پوری پوری تشریح ہے۔ ضمن میں صفات الٰہیہ مثلاً استویٰ، نزول وغیرہ اور شفاعت رسول صلعم اور فضائل صحابہ اور دیگر مفید مضامین پر دلچسپ بحث کی گئی ہے۔ قیمت ۶

درجات الیقین صوفیائے کرام کو خوشخبری ہو کہ ان کے مطالعہ کے لئے یہ کتاب ایک بے بہا تحفہ ہے معرفتِ الٰہی کا گنجینہ اور قرآنی تعلیم کا نچوڑ ہے۔ قرآن شریف میں جو یقین کے تین مراتب علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین مذکور ہیں، اس کتاب میں انکی تفسیر ہے۔ لکھائی چھپائی نہایت عمدہ۔ قیمت صرف ۲

الوصیۃ الکبریٰ بزبان اردو۔ اس کتاب میں فرقہ ناجیہ "اہل سنت والجماعۃ" کے عقاید کا خلاصہ نہایت مختصر مگر نہایت جامع الفاظ میں پیش کیا گیا ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ اس سے سادہ، مختصر اور آسان صورت میں اب تک عام عقاید کا مرقع مرتب نہیں ہوا سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حضرت امام موصوف کے خاص انداز کے مطابق اس کتاب کا ایک ایک لفظ قرآن وسنت سے ماخوذ ہے۔ نہایت ہی سلیس اور بامحاورہ ترجمہ ہے توحید اور اتباع سنت کی ترغیب اور شرک و بدعات کی نفی نہایت پُرزور دلائل سے کی گئی ہے۔ قیمت ۸

الوصیۃ الصّغریٰ مع متن عربی۔ امام موصوف کی اسی نام کی ایک کتاب کا اردو ترجمہ ہے۔ الوصیۃ الکبریٰ کی طرح یہ بھی نہایت جامع وصیت ہے مگر مختصر ہے۔ اس کا لب لباب: تقویٰ، توبہ استغفار، مکارم اخلاق، مداومتِ ذکر، تفقہ فی الدین اور دعا وغیرہ کی تعلیم ہے۔ قیمت ۴

کتاب الوسیلہ ترجمہ کتاب "التوسّل والوسیلۃ" (از امام ابن تیمیہؒ) مترجمہ مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی۔ یہ کتاب محض لفظ "وسیلہ" کی بحث نہیں بلکہ اسلام کے اصل الاصول "توحید" کی پرجوش دعوت ہے، شرک کے سر پر کاری ضرب ہے، بدعت وجمود کے گلے پر چھری ہے۔ اہل حق کو اس سے تقویت ہوگی، اہل باطل کو شکست ہوگی، مبتدعین اور اہلِ جمود منہ چھپاتے پھرینگے۔ اس کندن کے سامنے اُن کا کھوٹا سونا رواج نہ پائیگا۔ یہ ہیرا جس کانچ پر رکھا جائیگا۔ ریزہ ریزہ کردیگا۔ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔ اکثر لوگ آیہ "وابتغوا الیہ الوسیلۃ" سے پیر کی ضرورت کا استدلال کرتے ہیں۔ حضرت امامؒ نے وسیلہ کے مختلف پہلوؤں پر بحث کرکے اسکے صحیح مطالب کو واضح کردیا اور بدعت وقبور پرستی کی بیخکنی کردی ہے، مجلد ۱۲ بلاجلد عہ

خزینۃ المیراث اردو۔ مؤلفہ مولوی فتح الدین صاحب خوشابی۔ جسقدر علم فرائض اور میراث کے متعلق رسائل تصنیف ہوچکے ہیں۔ اُن سب میں یہ کتاب اپنی نوعیت میں بالکل نرالی ہے کسی مسئلہ کے حل کرنے کی ضرورت نہیں مختلف جدولوں میں تمام ورثا کے حصص کو درج کردیا ہے گویا یہ کتاب علم میراث کی جنتری ہے فہرست دیکھی اور ہر وارث کی حصص کو جداگانہ پڑھ لیا۔ عہ ۸ر

Checked 1965

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

الحمد لولیہ والصلوٰۃ علیٰ نبیہ

حضرات! خدا کا شکر ہے کہ ہمارے ہاں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ کی تصنیف سے جس قدر رسائل شائع ہوئے ہیں زیارۃ القبور ان میں سے چھٹا ہے اور خدا کے فضل سے دوسری مرتبہ مع متن عربی چھپ کر ہدیہ ناظرین ہوا ہے۔ اس میں زیارت قبور مسنونہ اور زیارت بدعیہ، کفریہ، شرکیہ کا انکشاف کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ جو لوگ مُردوں کو پکارتے اُن سے حاجات طلب کرتے اور قبروں پر نذر و منت چڑھا کر ان کی پرستش کرتے ہیں یہ تمام افعال داخل شرک ہیں۔ اور دیگر امور متعلقہ پر بھی بحث کی گئی ہے۔

اعتذار

ترجمہ کا اصلی مقصود تو یہ ہوتا ہے کہ مصنف کے اصلی خیالات کو عوام الناس تک پہنچا دیا جائے اور جہاں تک ممکن ہو انہیں ایسی اچھی صورت میں پیش کیا جائے کہ مصنف کی قابلیت کا صحیح صحیح اندازہ ہو سکے لیکن عموماً ترجمہ کرنا تصنیف سے زیادہ دشوار کام ہوتا ہے اور پھر بھی عبارت میں وہ حسن و خوبی نہیں پیدا ہو سکتی جو مستقل تحریر میں ہوتی ہے پھر جناب شیخ الاسلام کی کتابوں کا ترجمہ کرنا خصوصیت کے ساتھ دشوار کام ہے۔ بلند پایہ ادیب ہونے کے علاوہ ان کا خاص طرز تحریر ہے، جس کی دشواریوں کو نباہنا آسان کام نہیں، مسائل مذہبی کے ماہر و کامل ہونیکے علاوہ ان کا دماغ بالکل مجتہدانہ خصوصیات رکھتا ہے اور اپنی اسی خصوصیت کیساتھ وہ ہر مسئلہ پر قلم اُٹھاتے ہیں، اسلئے ان کے کسی مضمون کا ترجمہ اور بھی زیادہ دشوار ہو جاتا ہے، لہٰذا یہ تو قطعی بات ہے کہ ترجمہ کے ذریعہ سے ہم امام موصوف کی اصلی لیاقت کو ظاہر نہیں کر سکتے، بلکہ بہت ممکن ہے کہ کسی مقام پر ترجمہ کی خامیوں کی وجہ سے بعض معمولی سمجھ والے اصحاب امام موصوف کی طرف غلطی اور خطا کو منسوب کرنے لگیں، پس ہم ناظرین کرام سے گزارش کر دیتے ہیں کہ جب کبھی شیخ الاسلام کا ترجمہ پڑھیں تو جہاں ادائیگی مطلب میں قصور پائیں اُسے ترجمہ کی خامی تصور فرمائیں نہ اصل کتاب کی، اس لئے کہ امام موصوف کا جو رتبہ ہے وہ پہلے سے ہی مسلم ہے اُن کا رتبہ بحال رکھنے کیلئے ہماری نئی کوشش کی ضرورت نہیں۔ "شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی سے پہلے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اور ابن القیمؒ ایسے خدا شناس اور بے لوث شخص گذرے ہیں جنہوں نے علم تصوف کے چشمہ کو بدعت کے خس و خاشاک سے جو پٹ گیا تھا بالکل پاک صاف کر دیا کتاب الفرقان بین اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطان (ابن تیمیہؒ) باوجود قلیل الحجم ہونے کے اس بات میں بے مثل اور عدیم النظیر کتاب ہے اور متاخرین کی مؤلفات میں جو اعزازی رتبہ کتاب منازل السائرین اور اس کی شرح مدارج السالکین (ایاک نعبد و ایاک نستعین کی تفسیر حجم ۹۲۸ صفحہ مصر امام ابن قیمؒ) کو حاصل ہے وہ کسی اور کتاب کو نہیں (منقول از سوانح عمری حضرت شاہ ولی اللہ محدث)

خاکسار ناشران

فہرستِ مضامین کتاب زیارۃ القبور

مضمون	صفحہ
استفتاء	
(۱) قبروں پر جانوروں کی نذریں چڑھانا	
(۲) زندہ یا مردہ پیر کے نام پر نذر ماننا	
(۳) شیخ زندہ یا مردہ سے استعانت چاہنا	
(۴) شیخ کے مزار پر بوسہ وغیرہ دینا	
(۵) حاجات میں کسی بزرگ کو پکارنا	
(۶) قبروں پر مجلس سماع اور سجدے کرنا	
(۷) غوث، قطب وغیرہ کے متعلق۔	۳
جواب از شیخ الاسلام رح	۴
شرک کے متعلق چار احتمالات اور انکی نفی	۶
غیر اللہ سے مطالبہ کرنیکی تفصیل	۸
زیارت مسنونہ و شرعیہ	۱۲
قبروں پر جا کر حاجت طلب کرنے کی تین صورتیں	۱۳
صاحبِ قبر (نبی، ولی) سے سوال کرنے کی دو صورتیں ہیں	۱۷
اگر کوئی ناجائز کاموں کی نذر مانے تو اس پر عمل نہ کرے	۱۹
نوحؑ کی قوم کے شرک کی اصلیت	۲۱
کسی صالح آدمی کی زندگی میں اس سے دعا منگوانے اور مرنے کے بعد کی حالت میں فرق	۲۲
فوت شدہ کا واسطہ دے کر دعا مانگنے کے عدم جواز کی وجہ	۲۴
شرک کے ساتھ جھوٹ لازم ہے	۲۵
اللہ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ اسکے ساتھ شرک نہ کریں	۲۷
اللہ سے دعا مانگنے اور آنحضرتؐ پر درود بھیجنے کی تاکید	۳۱
شرک کرنیکی وجہ سے کرشموں کا ظہور	۳۳
شرک اور محرمات میں پڑنے کے دو سبب	۳۴
قطب غوث اور انکے متعلق لوگوں کی مزعومات کی تردید	۴۰
خضر زندہ نہیں زمانہ اسلام سے پہلے فوت ہو گئے	۴۵
متن عربی رسالہ زیارۃ القبور	۵۲

استفتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام الانام، مجدد اعظم حضرت شیخ الاسلام تقی الدین ابو العباس احمد بن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے مسائل ذیل کے متعلق استفتاء کیا گیا:۔

۱۔ بعض لوگ مزارات پر جا کر اپنی اور اپنے مال مویشی، گھوڑے، اونٹ وغیرہ کے ازالۂ مرض کے لئے استغاثت کرتے ہیں، اور اہل قبور سے یوں مخاطب ہوتے ہیں: "یا سیدی! آپ میری پشت و پناہ ہیں، فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا ہے، فلاں میری ایذا رسانی کے درپے ہے" اور اُن کا عقیدہ ہے کہ صاحب قبر اُن کے اور اللہ کے درمیان واسطہ ہے۔

۲۔ بعض لوگ مساجد اور خانقاہوں میں زندہ یا مُردہ پیروں کے نام پر نقدی، اونٹ، بکری اور (روشنی کے لئے) بتی، تیل وغیرہ کی نذریں مانتے ہیں۔ اور یوں کہتے ہیں: کہ اگر میرا بیٹا بچ رہا تو پیر کے نام کی فلاں فلاں چیز مجھ پر واجب ہو جائیگی"۔

۳۔ بعض لوگ اپنے شیخ یا پیر سے فریاد کرتے ہیں، اور درخواست کرتے ہیں کہ فلاں حادثہ (مقدمہ) میں میرا دل برقرار رہے۔

۴۔ بعض لوگ اپنے پیر و مرشد کی مزار پر بوسہ دیتے، اس پر رخسار رگڑتے اور قبر پر ہاتھ گھسکر اپنے چہرے پر پھیرتے ہیں۔ اور اسی قسم کی اور حرکات کرتے ہیں۔

۵۔ بعض لوگ طلب حاجات میں کسی بزرگ یا ولی سے یوں مخاطب ہوتے ہیں: "یا پیر! تیری برکت سے میری آرزو بر آئے" یا یوں کہتے ہیں: کہ خدا اور مرشد

کی برکت سے میری آرزو پوری ہو"۔

۶۔ بعض لوگ محفلِ سماع منعقد کرتے ہیں، اور قبر کے پاس آکر اپنے مرشد کے سامنے زمین پر سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔

۷۔ بعض لوگ قطب، غوث، فرد جامع کے قائل ہیں۔ انکا خیال ہوتا ہے کہ بعض بعض مقامات میں ایسے بزرگ موجود ہیں۔

اسی قسم کے تمام عقاید پر پوری روشنی ڈالی جائے، اور شرح و بسط کے ساتھ فتوے صادر فرمایا جائے۔

جواب

از شیخ الاسلام رحمہ اللہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نزول کتب سماوی اور انبیاء علیہم السلام کی بعثت سے منشاء الٰہی مشخص یہ ہے کہ دنیا میں صرف خدائے واحد کی عبادت ہو، اسی سے استعانت کی جائے، اسی پر توکل ہو، اور جلب منفعت و دفع مضرت کیلئے اسی ایک کو پکارا جائے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

(۱) تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ، اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ، اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ، وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَاءَ، مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى، اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْمَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ۔ (زمر)

یہ کتاب بارگاہ خداوندی سے صادر ہوئی ہے جو زبردست (اور) حکمت والا ہے۔ اے پیغمبر! یہ کتاب حقیقت میں ہم ہی نے تم پر اتاری ہے تو خالص خدا ہی کی فرمانبرداری پر نظر رکھ کر اسی کی عبادت کئے جاؤ۔ سنو جی! خالص اطاعت کا سزاوار اللہ ہی ہے جن لوگوں نے اسکے سوا دوسرے لوگوں کو اپنا کارساز ٹھیرا رکھا ہے اور اپنے اس فعل پر یہ حجت پیش کرتے ہیں کہ ہم ان لوگوں کی پرستش محض اسلئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کا مقرب بنا دینگے اللہ تعالیٰ انکے اندرونی تمام اختلافات میں فیصلہ کریگا۔

(۲) وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا

مساجد خاص طور پر اللہ ہی کی عبادتگاہیں ہیں، ان میں اللہ

مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا" (جن)

کے سوا کسی کو نہ پکارو۔

(۳) قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ وَاَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ۔ (اعراف)

اے پیغمبر! ان سے کہدو کہ میرے پروردگار نے انصاف کا حکم دیا ہے اور یہ کہ ہر نماز کے وقت اسی طرف متوجہ ہوا کرو اور اسی کی فرمانبرداری مدنظر رکھ کر اسکو پکارو۔

(۴) قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا یَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا۔

اے پیغمبر! ان سے کہو کہ خدا کے سوا تم جن کو حاجت روا سمجھتے ہو، وہ تو تم سے نہ تکلیف کو دور کر سکینگے اور نہ اسے بدل سکیں گے۔ یہ لوگ جن کو مشرکین پکارتے ہیں ان میں سے جو زیادہ مقرب ہیں وہ بھی بذات خود اپنے پروردگار کا اور زیادہ قرب حاصل کرنے کیلئے ذریعہ تلاش کرتے ہیں اور اسکی رحمت کے امیدوار اور اسکے عذاب سے خائف ہیں۔ بیشک تمہارے پروردگار کا عذاب ڈرنے کی ہی چیز ہے۔

(بنی اسرائیل)

سلف صالحین میں سے ایک جماعت نے کہا، کہ بعض لوگ مسیح، عزیر، اور ملائکہ علیہم السلام کو پکارتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے انکی تردید میں فرمایا: کہ جنکو تم پکارتے ہو، وہ بھی تمہاری طرح میرے بندے ہیں۔ تمہاری طرح وہ بھی میری رحمت کے امیدوار اور میرے عذاب سے خائف ہیں۔ اور جس طرح تقرب بارگاہی کے تم خواہشمند ہو وہ بھی اسی کے جویا ہیں۔

پس جب انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام کے پکارنے والوں کا یہ حال ہے، تو اُن لوگوں کا کیا ذکر جو اُن لوگوں کو بھی پکارتے ہیں، جو کسی حیثیت سے بھی انبیاء اور ملائکہ کے ہم پایہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(۱) اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْٓ اَوْلِیَآءَ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِیْنَ نُزُلًا۔

(کہف)

کیا کفار نے یہ عقیدہ سمجھا رکھا ہے کہ ہمیں چھوڑ کر ہمارے بندوں کو اپنا کارساز بنائیں، اور ہماری طرف سے ان پر کوئی باز پرس نہ ہو۔ بلاشبہ ہم نے کفار کیلئے جہنم بطور مہمانی تیار کر رکھی ہے۔

(۲) قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ، لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ، وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ" (السبا)

اے پیغمبر! ان مشرکین سے کہو کہ جن لوگوں کو تم شریک خدائی سمجھتے ہو انہیں پکار کر دیکھو تو سہی تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ آسمان اور زمین کی سلطنت میں انہیں ذرہ بھر بھی ملکیت نہیں نہ انہیں ان میں کوئی سا جھا ہے اور نہ انمیں سے کوئی خدا کا مددگار ہے، اور اللہ کے ہاں بجز اس شخص کے جسے وہ خود اجازت دیدیگا کسی کو سفارش کی اجازت نہ ہوگی۔

یہاں واضح کر دیا کہ تمام مخلوقات میں سے کیا ملائکہ اور کیا انسان وغیرہ جن کو اللہ کے سوائے پکارا جاتا ہے، کسی کو ایک ذرہ کے برابر زمین و آسمان کی بادشاہت میں اختیار نہیں۔ اور اسکے ملک میں کوئی بھی اس کا شریک یا حصہ دار نہیں، بلکہ وہی ہستی مطلق بلا شرکت غیرے، مالکِ ملک اور قابل ستائش ہے، اور اسکو ہر شے پر قدرتِ کاملہ حاصل ہے اسکے انتظام میں اُسکا کوئی معاون یا مددگار نہیں، جسکی اعانت کی اسکو ضرورت ہو جیسے بادشاہوں کو کاروبارِ سلطنت میں اعوان و انصار کی حاجت ہوتی ہے۔ اور اسکی رضاء و اجازت کے بغیر کسی کو اُسکے ہاں شفاعت یا سفارش کا یارا نہیں۔

پس اس سے تمام انواع و اقسام شرک کی پوری پوری نفی ہو گئی۔

شرک کے متعلق چار احتمالات اور ان کی نفی

اسکی تفصیل یہ ہے: کہ جن کو خدا کے سوا پکارا جاتا ہے یا وہ مالک ہیں[۱] یعنی کچھ اختیار رکھتے ہیں، یا وہ مالک نہیں[۲] یعنی کچھ اختیار نہیں رکھتے۔ اور جب مالکیت میں شریک بھی نہیں تو یا وہ معاون[۳] ہیں یا سائل طالب[۴]۔ مگر اول الذکر ہر سہ قسم کی نفی تو بلاشبہ ثابت ہے۔ رہی چوتھی قسم، سو اُسکا وقوع بھی اسکے اذن کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ آیاتِ ذیل سے ظاہر ہے:

(۱) مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ۔ (بقرہ)

اسکے حضور میں بلا اذن کون سفارش کر سکتا ہے۔

(۲) وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلَّا

زمین اور آسمان میں کتنے ہی فرشتے ہیں لیکن جب تک اللہ کی جانب سے اذن اور رضا حاصل نہ ہو کسی شخص کے بارہ

مِنْ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ
يَّشَآءُ وَيَرْضٰى (النجم)

(۳) اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ
قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا
يَعْقِلُوْنَ - قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا لَهٗ
مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (زمر)

(۴) اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى
عَلَى الْعَرْشِ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ
وَّلَا شَفِيْعٍ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ (الم سجدہ)

(۵) وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ
يُّحْشَرُوْا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ
دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ
يَتَّقُوْنَ -

(انعام)

(۶) مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ
الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ
يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا
كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا
كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ - وَلَا يَاْمُرَكُمْ
اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ
اَرْبَابًا اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ

ہیں وہ شفاعت نہیں کر سکتے۔

کیا ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں کو اپنا سفارشی مقرر کر لیا ہے اے پیغمبر! ان سے کہو کہ جس حالت میں کسی چیز پر ان کا قابو نہ ہوگا اور عقل سے بھی عاری ہونگے تب بھی تم ان کو کارساز ہی سمجھتے رہوگے

اللہ تعالیٰ وہی تو ہے جس نے زمین و آسمان اور ان کے مابین تمام اشیا کو چھ دن میں پیدا کیا پھر اُسنے عرش پر استوا فرمایا لوگو! اسکے سوا تمہارا نہ کوئی کارساز ہے اور نہ سفارشی تو کیا تم اس سے نصیحت حاصل نہیں کرتے؟

اور اے پیغمبر! قرآن کے ذریعے سے ان لوگوں کو عذاب سے ڈرا دو جو اس بات کا خوف رکھتے ہیں کہ قیامت کو اپنے پروردگار کے حضور میں حاضر کئے جائینگے اور اسوقت خدا کے سوا نہ تو کوئی ان کا دوست ہوگا اور نہ سفارش کرنے والا، عجب نہیں کہ تمہارے ڈرانے سے پرہیزگاری اختیار کریں۔

کسی بشر کیلئے یہ بات شایاں نہیں کہ خدا اسے اپنی کتاب دے اور عقل سلیم اور نبوت سے ممتاز کرے تو پھر وہ لوگوں کو کہے کہ تم خدا کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ۔ نہیں بلکہ جیسے یہ تعلیمات سیکھے وہ تو یہی کہیگا کہ اللہ والے ہو جاؤ کیونکہ تم لوگ دوسروں کو کتاب الٰہی پڑھاتے ہو اور خود بھی پڑھتے ہو۔ اور وہ تم سے کبھی یہ نہ کہیگا کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا مانو، بھلا کہیں ایسا ہو سکتا ہے کہ تم تو اسلام لا چکے اور وہ اسکے بعد تمہیں کفر کرنے

اِذْ اَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ " (آل عمران) | کو کہے۔

پس جب (آیہ نمبر ۶ میں) ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام کو رب ٹھیرانے والوں کے متعلق قرآن حکیم نے کفر کا فتوے دے رکھا ہے۔ تو انکے علاوہ مشائخ وغیرہ کو رب ٹھیرانے والوں کا کیا حال ہے۔ (وہ کیونکر کفر سے بچ سکتے ہیں)

غیر اللہ سے مطالبہ کرنے کی تفصیل

تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ (۱) اگر مطالبات کی نوعیت اس قسم کی ہو کہ اُن کے پورا کرنیکی سوائے خدا کے کسی کو قدرت نہیں۔ مثلاً مریض انسانوں اور بیمار مواشی کی شفاء کی درخواست یا غیر معین جہت سے قرض کی ادائیگی کی دعا۔ یا اہل وعیال کی عافیت اور دنیا و آخرت کے مصائب سے پناہ مانگنا یا دشمن کو زیر کرنے میں مدد طلب کرنا، یا ہدایت قلب اور مغفرتِ ذنوب اور دخول جنت کی آرزو کرنا، یا دوزخ کی آگ سے نجات پانے کی خواہش کرنا، یا تعلّم علم قرآن، یا حصولِ صلاحِ قلب وحُسنِ خلق، تزکیہ نفس وغیرہ کے لئے دعا مانگنا، تو ایسے امور کی درخواست سوائے خدا تعالیٰ کے کسی سے جائز نہیں، اور یہ کسی طرح جائز نہیں کہ فرشتہ یا نبی یا کسی شیخ ولی سے، زندہ ہو یا مردہ، یوں کہے کہ میرے گناہوں کی مغفرت کیجے، یا دشمن پر مجھے فتح دیجے، یا میرے مریض کو شفا بخشئے یا مجھے اور میرے اہل وعیال کو عافیت دیجے، یا میرے جانور کو تندرست کر دیجے، یا اس قسم کی کوئی اور استدعا کرے جو سخت ممنوع ہے، پس جو کسی مخلوق سے اس قسم کی درخواست کرتا ہے وہ اپنے رب کے ساتھ شرک کرتا ہے، خواہ کوئی ہو۔ مثلاً جو لوگ ملائکہ اور انبیاء کی پرستش کرتے ہیں۔ یا بت پرست جو اُن (ملائکہ اور انبیاء) کی (مزعومہ) صورتوں پر بُت تراش کر انکی پوجا پاٹ کرتے اور نصارے جو مسیح اور انکی والدہ (مریم) علیہما السلام کی پرستش کرتے ہیں، یہ سب ایک جنس سے ہیں چنانچہ اسکے متعلق آیاتِ ذیل میں خبر دی گئی:۔

(۱) وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ (مائدہ)

اور جب اللہ تعالیٰ عیسٰی سے مخاطب ہو کر کہیگا کہ اے عیسٰی تم نے لوگوں کو کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری ماں کو دو اور معبود ٹھیرا لو۔

(۲) اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ

ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور مشائخوں

اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوْا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۔ (توبہ)	اور مریم کے بیٹے مسیح کو خدا مقرر کرلیا، حالانکہ ہمارے ہاں سے انہیں یہی حکم دیا گیا تھا کہ ایک ہی خدا کی عبادت کرتے رہنا اسکے سوا کوئی اور معبود نہیں، وہ ان کے شرک سے پاک ہے۔

(۲) یا مطالبہ ایسے امور کے متعلق ہو، جن پر انسان کو کچھ اختیار دیا گیا ہے، تو ایسا مطالبہ کرنا جائز ہے۔ لیکن بعض حالات میں اس قسم کے سوالات سے بھی روکا گیا ہے چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارشاد ہوا:

۱- فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ - (الم نشرح)	تو اب جبکہ تم ان تردّدات سے کسی قدر فارغ ہوئے تو عبادت کی ریاضت کرو اور اپنے پروردگار کی طرف پورے پورے متوجہ ہو جاؤ۔

۲- اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم کو وصیت فرمائی:

اذا سالت فاسال اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ " کہ جب تجھے کوئی سوال کرنا ہو تو اللہ سے کرنا، اور مدد طلب کرنی ہو تو بھی اُسی سے" اور صحابہؓ میں سے ایک جماعت کو یوں نصیحت فرمائی: کہ لوگوں سے کسی قسم کا سوال نہ کرنا" جسکے بعد تمام عمر انکی یہ حالت تھی، کہ اگر کسی کے ہاتھ سے چابک گر جاتا تو کسی سے نہ کہتے کہ مجھے چابک پکڑا دو۔

۳- صحیحین میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

یدخل الجنۃ من امتی سبعون الفا بغیر حساب، وھم الذین لا یسترقون ولا یکتوون ولا یتطیرون وعلیٰ ربہم یتوکلون- (بخاری و مسلم)	میری امت سے ستر ہزار بلا حساب داخل جنت ہونگے ان کی علامات یہ ہیں کہ وہ استرقاء نہیں کرتے، داغ نہیں دیتے، تفاؤل نہیں لیتے، اور خدا پر بھروسہ کرتے ہیں" (استرقاء سے مراد طلب رقیہ ہے جو ایک قسم کی دعا ہے)

باوجود اسکے حضور علیہ السلام سے یوں بھی مروی ہے کہ آپ فرماتے تھے:

ما من رجل یدعو لہ اخوہ بظہر الغیب دعوۃ الا وکل اللہ بہا ملکا کلما دعی لاخیہ دعوۃ قال الملک	جو شخص اپنے بھائی کی غیبت میں اس کے لئے دعا مانگتا ہے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو مقرر کر دیتا ہے اور جسوقت وہ اپنے بھائی کیلئے کوئی دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے، خدا

ولك مثل ذلك۔ | کرے تیرے لئے بھی ایسا ہی ہو۔"

اور فرمایا کہ غائب کی دعا غائب کے حق میں مقبول ہوتی ہے۔

اسی بنا پر حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے امت کو آپ پر صلوۃ بھیجنے اور آپ کیلئے طلب وسیلہ کرنیکا حکم دیا اور اسکے متعلق اجر عظیم کی بشارت دی۔ جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا،

اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول ثم صلوا علي فان من صلى علي مرة صلى الله عليه عشرًا، ثم اسألوا الله لي الوسيلة فانها درجة في الجنة لا ينبغي ان تكون الا لعبد من عباد الله وارجوا ان اكون ذالك العبد۔ فمن سال الله لي الوسيلة حلت له شفاعتي يوم القيامة۔

جب مؤذن اذان کہے تو سننے والا بھی اسکے ساتھ ساتھ کہتا جائے، اسکے بعد مجھ پر صلوۃ بھیجے، اور مجھ پر ایک مرتبہ صلوۃ بھیجنے والے پر اللہ تعالیٰ دس مرتبہ صلوۃ بھیجتا ہے، پھر میرے لئے وسیلہ طلب کرے، جو جنت میں ایک اعلیٰ مقام ہے، اور ضروری ہے کہ خدا کے بندوں میں سے ایک ہی بندہ کو حاصل ہو، اور امید ہے کہ میں ہی اس اعلیٰ مقام پر ممتاز ہونے کا مستحق ہونگا۔ پس جو میرے لئے وسیلہ کا طالب ہوگا۔ قیامت کے دن وہ میری شفاعت کا مستحق ہوگا۔

اور شرعاً ارفع و اعلیٰ دونوں سے التجاء دعا ہو سکتی ہے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوۃ نے حضرت عمرؓ کو عمرہ کے دن وداع کرتے وقت فرمایا: لا تنسنا من دعائك يا اخي۔ یعنی بھائی! ہمیں بھول نہ جانا، دعا سے یاد رکھنا۔"

لیکن اس میں ہمارا ہی فائدہ پیش نظر ہے۔ کیونکہ نبی صلعم کا یہ ارشاد کہ مجھ پر صلوۃ بھیجو اور میرے لئے وسیلہ طلب کرو۔ اور ساتھ ہی یوں فرمانا کہ مجھ پر ایک مرتبہ صلوۃ بھیجنے والے پر اللہ تعالیٰ دس مرتبہ صلوۃ بھیجتا ہے، اور جو میرے لئے وسیلہ کا طالب ہوگا وہ شفاعت کا مستحق ہوگا" صاف بتا رہا ہے کہ مطلوب عنہ کے فائدے کی غرض سے اسی سے کسی شئے کا طالب ہونا اور فقط اپنے ذاتی فوائد کی خاطر دوسرے سے طلب کرنا دو مختلف الحقیقت چیزیں ہیں۔

ا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے اویس قرنی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ "اگر تجھ سے ہو سکے تو اپنے لئے اس سے دعائے مغفرت کرانا" (ان استطعت ان یستغفرلك فافعل)۔

۲۔ صحیحین میں ہے: ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) میں کسی بات پر تنازع ہو گیا۔ ابوبکرؓ نے عمرؓ سے فرمایا "مجھے معاف کیجئے" (استغفرلی)۔ لیکن ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے: کہ ابوبکرؓ حضرت عمرؓ پر ناراض ہوئے۔

۳۔ یہ بھی ثابت ہے کہ بعض لوگ حضور علیہ الصلوۃ سے استرقاء کرتے تھے، تو آپ اُن کے لئے رقیہ کر دیتے۔

۴۔ صحیحین میں ثابت ہے کہ امساک باراں میں آپ سے استسقاء کیلئے درخواست کی گئی۔ آپ نے دعا کی اور بارش ہوئی۔

۵۔ صحیحین کی روایت ہے کہ آپ کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کی امامت میں دعاء استسقا کی، اور یوں کہا "مولیٰ! عہد نبوی میں ہم نبی کریم صلعم کے توسل سے دعاء باران کیا کرتے تھے، آج ہم تیرے رسولؐ کے چچا کو وسیلہ پکڑتے ہیں۔ تو ہم پر باران رحمت بھیج" (اللھم انا کنا اذا اجدبنا نتوسل بنبینا فتسقینا وانا نتوسل الیك بعم نبینا فاسقنا، فسقوا)

۶۔ جب ایک اعرابی نے جان و مال کی ہلاکت اور اہل و عیال کی بھوک اور مصیبت کی شکایت کرتے ہوئے حضور علیہ الصلوۃ سے عرض کیا "حضور دعا فرمایئے، ہم آپ کے حضور میں خدا تعالیٰ کو بطور شفیع لاتے ہیں اور اسکی جناب میں آپ ہمارے شفیع ہیں" (فانا نستشفع باللہ علیك وبك علی اللہ) تو آپ نے سبحان اللہ پڑھا اور چہرہ مبارک پر خفگی کے آثار نمودار ہوئے، خدائے واحد کی کبریائی بیان کرتے ہوئے اعرابی سے فرمایا، "تیرا بھلا ہو، خدا تعالیٰ کو اُسکی مخلوق میں سے کسی کے پاس بطور سفارشی کے مقرر نہیں کیا جاتا، اُسکی شان اس سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے" (ویحك ان اللہ لا یستشفع بہ علی احد من خلقہ، شان اللہ اعظم من ذلك)۔

پس آپ نے اسکے قول "انا نستشفع بك علی اللہ" کو برقرار اور جائز رکھا، لیکن کسی بندے کے پاس اس ذات واحد کے شفیع لانیسے انکار فرمایا اور اُسے جائز نہ رکھا۔ کیونکہ شفاعۃ

مشفوع سے سوال کرتا ہے، اور بندہ اسکی جناب میں سائل ہے، اور اس سے اللہ کے پاس سفارش کرائی جاتی ہے، اگر خدا تعالیٰ کسی بندے سے کسی چیز کا سائل نہیں اور نہ اُس سے سفارش کرائی جاتی ہے۔

زیارتِ مسنونہ و شرعیہ

۱۔ زیارتِ قبور کے متعلق مسنون یہ ہے کہ صاحبِ قبر پر سلام بھیجے، اور اسکے حق میں دعا کرے جس طرح جنازہ پر دعا کی جاتی ہے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہؓ کرام کو یہی تعلیم دیتے تھے۔ فرماتے تھے: جب قبور کی زیارت کرو، تو یوں کہا کرو:

السلام علیکم یا اھل دیار قوم مومنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔ یرحم اللہ المستقدمین منا والمستأخرین، نسال اللہ لنا ولکم العافیۃ، اللھم لا تحرمنا اجرھم ولا تفتنا بعدھم۔

اے مومنین کی بستی کے رہنے والو! تم پر سلام ہو۔ ہم انشاءاللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمارے اگلوں اور پچھلوں پر رحم کرے، ہم اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے طالبِ عافیت ہیں۔ مولیٰ! ہمیں انکے اجر سے محروم نہ کیجیو، اور انکے بعد ہمیں فتنہ میں نہ ڈالیو۔

۲۔ حضورؐ نے فرمایا:

ما من رجل یمر بقبر رجل کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا رد اللہ روحہ حتی یرد علیہ السلام۔

جب کسی شخص کا گزر کسی آشنا کی قبر پر ہوتا ہے، اور وہ اسپر سلام بھیجتا ہے تو خدا تعالیٰ اسکی روح اسکی طرف پھیر دیتا ہے، اور وہ اپنے بھائی کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

زندہ کے لئے مردہ کے حق میں دعا کرنے کا ایسا ہی اجر ہے جیسے اسکی نماز جنازہ کا یہی وجہ ہے کہ منافقین کے حق میں دعا کرنیسے قطعاً روک دیا گیا۔ فرمایا:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ (توبہ)

ان میں سے کوئی مر جائے تو اسکے بارہ میں نماز رحمت مت کیا کرو اور نہ کبھی اسکی قبر کے پاس جاکر ٹھیرا کرو۔

لیکن زندہ کو مردہ سے حاجات طلب کرنے اور اسکے ساتھ توسل کرنیکی اجازت نہیں دی

بلکہ زندہ کو حکم دیا کہ مردہ کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرے، اسپر نمازِ جنازہ پڑھے، اس کے لئے دعاءِ مغفرت کرے، کیونکہ زندہ کی دعا مردہ کے حق میں باعثِ رحمتِ الٰہی ہوتی ہے ۔ اور دعا کرنیوالے کیلئے بھی موجب اجر و ثواب۔

صحیح بخاری میں حضور کا ارشاد ثابت ہے کہ: مرنے کے بعد انسان کا سلسلہ عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین قسم کے اعمال کے: صدقہ جاریہ، اسکی علمی خدمت جس سے لوگوں کو اس کے مرنے کے بعد بھی فائدہ پہنچتا رہے، فرزند صالح جو اسکے حق میں دعا کرے۔

قبروں پر جاکر حاجت طلب کرنیکی تین صورتیں

جو شخص کسی نبی یا ولی کے مزار پر جائے، یا ایسی قبر پر جسکے بارہ میں اسکا عقیدہ ہو کہ یہ مزار کسی نبی یا ولی یا صالح کی ہے حالانکہ حقیقت میں ایسا نہ ہو اور وہ صاحبِ قبر سے سائل اور طالب حاجات ہو، تو اسکی تین صورتیں ہیں:

اوّل - ان سے حاجات کا طالب ہو، مثلاً جان و مال اور اہل و عیال کی عافیت، ادائیگی قرض، انتقام دشمن وغیرہ مطالبات کے متعلق اس سے سوال کرے جنکے پورا کرنیکی سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کو قدرت نہیں۔ تو یہ شرک صریح ہے ۔ ایسے شخص پر توبہ لازم ہے اگر اپنے فعل سے تائب نہ ہو تو وہ سزا قتل کا مستحق ہے۔

اگر وہ اپنے فعل کی تائید میں یہ دلیل پیش کرے کہ صاحبِ قبر قربِ الٰہی میں مجھ سے بڑھا ہوا ہے، وہ میری سفارش کریگا میں اسکا توسل اسیطرح پکڑتا ہوں جیسے بادشاہوں کے ہاں انکے مقربین اور درباری لوگوں کی سفارش کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو یہ مشرکین اور نصاریٰ کا سا فعل و قول ہے، کیونکہ ان کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء و مشائخ بارگاہ ایزدی میں انکی حاجات و مطالبات پورا کرانے کی سفارش کرتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ان کے عقاید و دلائل باطلہ سے خبر دی ہے - فرمایا:

(۱) مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ ۔ (زمر)	ہم ان لوگوں کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کا مقرب بنا دینگے۔
(۲) اَمِ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءَ	کیا ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے دوسرے لوگوں

قُلْ اَوَ لَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَّ لَا يَعْقِلُوْنَ - قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ، لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ - (زمر)

کو اپنا سفارشی مقرر کر لیا ہے، اے پیغمبر! ان سے کہو کہ جس حالت میں کسی چیز پر ان کا قابو نہ ہوگا اور عقل سے بھی عاری ہونگے تب بھی تم ان کو کارساز ہی سمجھتے رہوگے، اے پیغمبر انہیں کہدو کہ سفارش تمام تر اسی کیلئے ہے جس کی ملکیت آسمان و زمین ہیں اور اسی کی طرف پھر کر جانا ہے۔

(۳) مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا شَفِيْعٍ ، اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ - (الم سجدہ)

لوگو! اسکے سوا تمہارا نہ کوئی کارساز ہے اور نہ سفارشی کیا تم اس سے نصیحت حاصل نہیں کرتے

(۴) مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ - (بقرہ)

ایسا کون ہے جو اُسکے حضور میں اسکی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کرے۔

ان آیات میں خالق و مخلوق کے امتیازی فرق کو واضح کر دیا، اور بتا دیا کہ لوگ حکام کے ہاں بعض اصحابِ رسوخ کو اپنا سفارشی بنا لیتے ہیں۔ اور اُن کی قبولیت سفارش کی وجہ یا تو اُن کا ذاتی رعب ہوتا ہے یا حاکم کی دوستی اور رغبت، یا انکے خاندانی وقار کی حیا و شرم یا ایسا ہی کوئی اور سبب۔ مگر دربار خداوندی میں یہ کیفیت نہیں اسکے ہاں کسی کو سفارش کی جرأت نہیں، جبتک کہ وہ خود کسی کو سفارش کرنے کی اجازت نہ دے، اور اس صورت میں بھی شفیع اتنی ہی سفارش کر سکتا ہے جتنی کہ اللہ تعالیٰ کی مشیئت ہو، اور وہ سفارش بھی ہوگی تو اسکے اذن سے ہوگی۔ تو نتیجہ یہی نکلا کہ تمام اختیار اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہؓ کو دعا میں یوں کہنے سے منع فرماتے تھے کہ:

اللّٰھم اغفر لی ان شئت اللّٰھم ارحمنی ان شئت (متفق علیہ)

مولیٰ! اگر تیری مرضی ہو تو مجھے بخشدے اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم کر۔

بلکہ فرمایا: ولکن لیعزم المسئلۃ فان اللہ لا مکرہ لہ (ایضاً) کہ سوال میں عزم ہونا چاہیئے

اس حدیث میں آپ نے واضح فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی اپنی خواہش کی بات کے منوانے پر نہ تو اس طرح مجبور کر سکتا ہے جیسا اور جگہ کبھی شفیع مشفوع الیہ کو اپنی بات منوانے پر مجبور کر لیتا ہے، یا جس طرح کبھی سائل سوال میں الحاح و اصرار کر کے اپنی مراد حاصل کر لیتا ہے اگرچہ مسئول عنہ

اسکی حاجت روائی کرنا نہ چاہتا ہو، تو (اب دروازہ ایک ہی رہا کہ) صدق طلب سے رب کی طرف رغبت کی جائے، اور یہی واجب ہے، چنانچہ فرمایا:

(۱) فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ‘‘ (الم نشرح)	پس رغبت بھی اسی کی طرف چاہئے، اور رہبت اور ڈرنا بھی اسی سے چاہئے۔
(۲) وَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ۔ (بقرہ)	اور ہمیں سے ڈرو۔
(۳) فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ (مائدہ)	لوگوں سے نہ ڈرو اور ہمارا ہی ڈر مانو۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں حکم دیا کہ ہم آپ پر صلوٰۃ بھیجیں۔ اور اس کو ہماری دعاؤں کی مقبولیت کا ذریعہ بتلایا۔ رہا اکثر گمراہ لوگوں کا یہ عقیدہ کہ یہ بزرگ اللہ کے قریب ہیں اور میں اس سے دور ہوں، اور بغیر اس وسیلہ کے میری دعا کی شنوائی ممکن نہیں، اور اس قسم کی دوسری حجتیں۔ سو یہ مشرکین کے اقوال ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ۔ (بقرہ)	اور میرے بندے جب تجھ سے میری بابت سوال کرتے ہیں تو اے پیغمبر ان سے کہدو کہ میں اسقدر نزدیک ہوں کہ جسوقت کوئی پکارتا ہے تو میں اسے جواب دیتا ہوں۔

اسی آیت کی شانِ نزول میں مروی ہے کہ صحابہؓ نے آپ سے دریافت کیا کہ اگر ہمارا رب قریب ہے تو مناجات کیا کریں اور اُسے دل میں یاد کیا کریں، اور اگر بعید ہے تو باآواز بلند پکارا کریں۔ اسپر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور بخاری میں ہے کہ صحابہؓ ایک سفر میں بلند آواز سے تکبیر کہہ رہے تھے، حضور نے فرمایا: لوگو! آہستہ تکبیر کہو تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے، بلکہ تم اس سمیع و قریب کو پکار رہے ہو جو تم سے قریب تر ہے۔ یا فرمایا جو تمہاری سواریوں کی گردنوں سے بھی تم سے قریب تر ہے‘‘

اور اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو حکم دیا ہے کہ میری نماز پڑھو اور مناجات کرو اور سب کو حکم دیا ہے کہ نماز میں کہیں: إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ۔ مگر مشرکین کے حال سے خبر دی کہ انہوں نے کہا، ’’ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ ‘‘ یعنی ہم انکی پرستش محض اسلئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ سے نزدیک کردیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہم اس مشرک سے پوچھتے ہیں "جو تم اس (صاحبِ قبر) کو پکارتے ہو کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ وہ تمہارے حال سے زیادہ باخبر ہے، اور وہ تمہاری حاجت روائی پر زیادہ قدرت رکھتا ہے یا وہ تم پر سب سے زیادہ مہربان ہے؟ تو یہ خیال تو عین جہالت ہے اور گمراہی بلکہ کفر ہے۔ اور اگر تم جانتے ہو کہ اللہ تمہارے حال پر سب سے زیادہ باخبر ہے اور تمہاری حاجات کے پورا کرنے پر سب سے زیادہ قادر ہے اور تم پر سب سے بڑھ کر مہربان ہے تو پھر کیا وجہ کہ اُسکو چھوڑ کر غیر سے مانگتے اور سوال کرتے ہو؟ کیا تم نے وہ حدیث کبھی نہیں سنی جو بخاری نے جابرؓ سے روایت کی ہے کہ "رسول اللہ صلعم ہم لوگوں کو قرآن حکیم کی طرح دُعاء استخارہ بھی سکھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ جب تم میں سے کسی کو کوئی حاجت پیش آئے تو اُسکو چاہیئے کہ نماز فریضہ کے علاوہ دو رکعت ادا کرے اور پھر یہ دعا پڑھ کر حاجت پیش کرے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْأَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ، اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدِرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ" [۱] پھر اپنی حاجت پیش کرے۔ اس میں اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْأَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ کہنے کا حکم دیا۔ (جسکے یہ معنی ہیں کہ اس سے طلب خیر کی جائے کیونکہ وہ علیم ہے، اس سے قوت و توفیق کا طالب ہو، کیونکہ وہ قادر ہے، اور اسی سے سوال کیا جائے، کیونکہ وہ صاحب فضل عظیم ہے)

---

[۱] ترجمہ: اے اللہ میں تیرے علم سے بھلائی کا طالب ہوں اور تیری قدرت سے مدد مانگتا ہوں اور تیرے بڑے فضل کا سوالی ہوں کیونکہ تو قدرت رکھتا ہے اور میں نہیں رکھتا، اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا، اور تو غیبوں کا جاننے والا ہے۔ اے اللہ! اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لئے دین، معاش اور انجام کار کیلئے بہتر ہے تو تو اسکو میرے لئے مقدر کر، اور اسکو میرے لئے آسان کر، اور پھر اسمیں مجھے برکت دے۔ اور اگر تیرے علم میں یہ کام میرے دین، معاش اور انجام کار کیلئے بُرا ہے تو تو اسکو مجھ سے اور مجھے اس سے پھیر دے، اور میرے لئے جو کام بھی بہتر ہو مقدر کر، اور پھر مجھے اس سے راضی کر۔"

صاحبِ قبر (نبی یا ولی) سے سوال کرنے کی دو صورتیں

صورت اول | اگر تم صاحبِ قبر وغیرہ سے اسلئے درخواست کرتے ہو کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ تم سے زیادہ مقرب بارگاہِ الٰہی ہے اور اعلیٰ رتبہ رکھتا ہے۔ تو ہے تو یہ بات حق، مگر ایسا حق کہ اس سے باطل معنے مراد لیا گیا ہے، کیونکہ اگر وہ تم سے زیادہ مقرب درگاہ ہے، اور اعلیٰ مرتبہ رکھتا ہے تو اسکے یہ معنی ہیں کہ اللہ اُسپر تم سے زیادہ نوازش کریگا، اور تم سے زیادہ درجات اس کو عطا کریگا۔ یہ معنی نہیں کہ جب تو بزرگ کو پکاریگا تو اللہ تعالیٰ تیری حاجت اس صورت سے بڑھ کر اور بہتر طور پوری کریگا جس صورت میں تو خود براہ راست اللہ تعالیٰ کو پکارے۔ کیونکہ اگر تو مستحق عذاب ہے یا تیری دعا معصیت پر مبنی ہونے کے باعث مسترد ہونے کے قابل ہے تو انبیا اور صالحین ہرگز اسمیں تیری اعانت نہیں کرینگے، اور نہ وہ ایسی شئے کے حصول کی کوشش کرسکتے ہیں جو اللہ کے نزدیک مبغوض اور حرام ہے، اور اگر تیری دعا مبنی بر معصیت نہیں تو اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے بڑھ کر رحیم اور مہربان ہے اور وہ دعا قبول کرنے کی اہل ہے۔

دوسری صورت | اور اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ صاحبِ قبر جب اللہ سے دعا کرینگے تو اللہ تعالے اُنکی دعا جلد تر اور بہتر صورت میں قبول کریگا، بہ نسبت اسکے کہ تم خود براہ راست دعا کرو، تو یہ دوسری قسم ہے، اس سے تمہاری مراد یہ ہے کہ تم اُن سے طلب نہیں کرتے اور نہ بالاستقلال ان سے دعا کرتے ہو، بلکہ اُن سے یہ درخواست کرتے ہو کہ تمہارے لئے اللہ سے دعا کریں، جیسے زندہ سے کہا جاتا ہے کہ "میرے لئے دعا کیجئے" اور جس طرح صحابہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے التجا دعا کیا کرتے تھے۔ پس اسطرح کی درخواست زندہ سے تو مشروع ہے جیسے اوپر بیان ہو چکا، لیکن انبیاءؑ اور صالحینؒ جن کا وصال ہو چکا ہے، ان سے یہ کہنا مشروع نہیں کہ: ہمارے لئے دعا کیجئے" نہ یہ کہنا کہ "ہمارے لئے اپنے رب سے سوال کیجئے" اور نہ صحابہ اور تابعین میں سے کسی سے بھی ایسا کہنا ثابت ہے، اور نہ ہی ائمہ میں سے کسی نے اس کو جائز رکھا ہے، نہ ہی اسکے جواز میں کوئی حدیث وارد ہے؛ بلکہ بخاری میں یوں آیا ہے کہ جب خلافت فاروقی میں امساکِ باراں کی شکایت ہوئی تو حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے استسقا

کی دعا کرائی اور کہا:

اللّٰھم انا کنا اذا اجدبنا نتوسل الیک بنبینا فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا۔	اے اللہ (نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں) جب کبھی امساک باراں ہوتا تھا تو ہم اپنے نبیؐ کو تیرے پاس وسیلہ لاتے تھے تو باران رحمت ہوتا اب اپنے نبیؐ کے چچا کا وسیلہ پکڑتے ہیں اے اللہ ہم پر مینہ برسا۔

لیکن رسول اللہ صلعم کی قبر کے پاس جاکر یہ کہا کہ "یارسول اللہ ہمارے لئے اللہ سے دعا کیجئے، یا ہمارے لئے باران رحمت کی درخواست کیجیے، یا جو قحط و مصیبت ہم کو پہنچی ہے، اسکی شکایت آپ کے پاس لائے ہیں، یا اس قسم کی اور کوئی بات کسی صحابیؓ نے ہر گز ہرگز نہیں کی۔ بلکہ یہ ایک بدعت ہے جسکی کتاب وسنّت میں قطعاً کوئی دلیل نہیں۔ صحابہؓ کا دستور صرف یہ تھا کہ جب روضہ مقدس کی زیارت کیلئے جاتے تو آپ پر سلام کرتے، اگر دعا کا ارادہ ہوتا تو مزار مقدس کی جانب منہ کر کے دعا نہ کرتے، بلکہ قبلہ رو کر خدائے واحد لاشریک سے دعا مانگتے، جیساکہ دوسری جگہ قبلہ رو ہو کر دعا مانگا کرتے تھے۔

دلیل اسکی وہ حدیث ہے جو مؤطا وغیرہ کتب احادیث میں مروی ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا:

(۱) اللھم لا تجعل قبری وثنا یعبد اشتد غضب اللہ علیٰ قوم اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد۔	مولیٰ! میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنانا، اس قوم پر اللہ کا بڑا غضب نازل ہوا جسنے اپنے انبیاءؑ کی قبور کو سجدہ گاہ بنالیا۔

(۲) سنن میں ہے:

لا تتخذوا قبری عیدا وصلوا علیّ حیثما کنتم فان صلوٰتکم تبلغنی۔	میری قبر کو عید گاہ نہ بنانا، ہاں مجھ پر صلوٰۃ بھیجنا جہاں کہیں بھی تم ہو، تمہاری صلوٰۃ مجھے پہنچ جائیگی۔

(۳) بخاری میں ہے:

لعن اللہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد یحذر ما	اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر جنہوں نے انبیاءؑ کی مزارات کو سجدہ گاہ بنالیا، اور آنحضرت صحابہ کو ان کے اس

فعلوا ۔ | فعل سے ڈراتے تھے۔

(۴) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر یہ بات نہ ہوتی تو آپ کی قبر ظاہر کیجاتی (کھلے میدان میں بنائی جاتی) لیکن آپ نے یہ گوارا نہ کیا کہ لوگ اسکو سجدہ گاہ بنالیں۔ (اسی لئے مرض الموت میں یہود و نصاریٰ کے اس فعل کی وجہ سے ان پر لعنت بھیجی)

(۵) صحیح مسلم میں ہے کہ وفات سے پانچ روز پہلے آپ نے فرمایا: ان من کان قبلکم کانوا یتخذون القبور مساجد، الا فلا تتخذوها مساجد، فانی انہاکم عن ذالک" (تم سے پہلے لوگ مزارات کو سجدہ گاہ بنالیتے تھے، خبردار! تم ایسا نہ کرنا، میں تمہیں ایسا کرنے سے منع کرتا ہوں)

(۶) سنن ابوداؤد میں ہے: لعن اللہ زوّارات القبور والمتخذین علیہا المساجد والسرج "(قبروں کی زیارت کرنیوالیوں پر اللہ کی لعنت ہے، اور ان پر مساجد بنانے والوں اور چراغ جلانے والوں پر)۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے علماء نے قبور پر مساجد کا تعمیر کرنا بھی ناجائز رکھا ہے ان کے نزدیک قبور کے نام سے نذر کا ماننا، انکے مجاورین کو نقدی، تیل، بتّی، کوئی (بکرا وغیرہ) جانور بطور منّت یا نذر کے دینا جائز نہیں ہے۔ اور ایسی تمام قسم کی منّتیں اور نذریں معصیت میں داخل ہیں۔

اگر کوئی ناجائز کام کی نذر مانے تو اسپر عمل نہ کرے

صحیح بخاری میں آنحضرتؐ کا ارشاد ہے، من نذر ان یطیع اللہ فلیطعہ ، ومن نذر ان یعصی اللہ فلا یعصہ" (جو شخص اللہ کی اطاعت میں کوئی نذر مانے تو اسکو پورا کرنا ضروری ہے لیکن نذر معصیت کا ادا کرنا جائز نہیں)۔

علماء کا اختلاف ہے کہ اس قسم کی نذر ماننے پر کفارہ آتا ہے یا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ سلف میں سے کوئی صاحب بھی قبروں کے پاس یا انکی درگاہوں میں نماز پڑھنے کی فضیلت یا استحباب کا قائل نہیں، اور نہ ہی کسی نے یہ کہا ہے کہ دوسرے مقامات کی نسبت مزارات کے

پاس نماز ادا کرنا یا دعا مانگنا افضل ہے۔ بلکہ تمام ائمہ سلف کا اتفاق ہے کہ مسجدوں اور گھروں میں نماز پڑھنا بہت افضل ہے بہ نسبت اسکے کہ قبروں کے پاس پڑھی جائے۔ انبیاء اور صالحین ہی کی قبریں کیوں نہ ہوں، خواہ عرف میں انکو مشاہد (درگاہیں) کہا جاتا ہو یا نہ۔ اللہ اور اس کے رسول نے مساجد کے بارہ میں کئی چیزیں مشروع کی ہیں جو مشاہد کے بارہ میں نہیں کیں۔ منجملہ ان کے آیات ذیل ہیں:

(۱) وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِھَا۔ (بقرہ)

اس سے بڑھکر ظالم کون ہے جس نے مساجد میں اللہ کا ذکر کئے جانے سے روکا اور ان کی ویرانی میں کوشش کی۔

ان سب میں لفظ مساجد فرمایا مشاہد نہیں کہا گیا:

(۲) وَاَنْتُمْ عَاکِفُوْنَ فِی الْمَسَاجِدِ (بقرہ) فی المشاھد نہیں فرمایا۔

(ترجمہ اس حالت میں کہ تم مساجد میں اعتکاف کر رہے ہوتے ہو)

(۳) قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ وَاَقِیْمُوْا وُجُوْھَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ (اعراف)

اے پیغمبر کہدو کہ میرے پروردگار نے جو حکم دیا بجا اور مناسب ہے اور فرمایا کہ ہر مسجد میں اپنے رخ کو سیدھا کر لیا کرو۔

(۴) اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ الخ (توبہ)

اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو وہی شخص آباد کرتا ہے جو اللہ اور روز آخرت پر یقین رکھتا ہو۔

(۵) وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰہِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا۔ (جن)

اور مسجدیں صرف اللہ کے ذکر کیلئے ہیں، لہٰذا ان میں اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو

اور آنحضرت کا ارشاد ہے:

(۱) صلوٰۃ الرجل فی المسجد تفضل علی صلوتہ فی بیتہ و سوقہ بخمس و عشرین درجۃ

گھر اور بازار کی نسبت مسجد میں نماز پڑھنے کا اجر پچیس گنا زیادہ ہے۔

(۲) من بنی للہ مسجدًا بنی اللہ لہ بیتًا فی الجنۃ۔

جو شخص اللہ کیلئے مسجد بنوائے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں مکان بنا دیتا ہے۔

لیکن قبور کے متعلق آپ کا ارشاد ہے کہ ان کو مساجد نہ بناؤ اور قبور کو سجدہ گاہ یا مسجد بنانے والے پر لعنت کی ہے۔ اور متعدد صحابہ اور تابعین نے آیت: لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا "کی تفسیر میں ذکر کیا، چنانچہ

(نوح علیہ السلام کی قوم کے شرک کی اصلیت)

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں اور طبرانی وغیرہ نے اپنی تفاسیر میں اور وثیمہ نے قصص انبیا میں ان سے قول نقل کیا ہے کہ یہ قوم نوحؑ کے صلحا کے نام تھے، ان کی موت کے بعد لوگوں نے انکی قبور پر بیٹھنا شروع کیا، پھر رفتہ رفتہ امتداد زمانہ سے انکی تصاویر اور بُت تراش لئے۔ درحقیقت قبروں پر اعتکاف کرنا، اُن کو ہاتھ لگا کر چومنا، اور دل میں یا انکے پاس دعا وغیرہ کرنا اس قسم کے کام شرک اور بُت پرستی کی جڑ ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے دعا مانگی "اللّٰھم لا تجعل قبری وثنا یعبد" اور علماء کا اتفاق ہے کہ جو شخص روضۂ مبارک، یا انبیاء و صالحین، صحابہ یا اہل بیت وغیرہم کی مزارات کی زیارت کرے، تو اُسکو اُن کا چھونا یا بوسہ دینا جائز نہیں۔ بلکہ دنیا بھر میں جمادات میں سے سوائے حجر اسود کے کسی کو بھی بوسہ دینا جائز نہیں ہے اور صحیحین میں حجر اسود کے متعلق بھی حضرت فاروق اعظمؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

انی لا علم انک حجر لا تضر ولا تنفع ولو لا انی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یقبلک ما قبلتک ۔	میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، جسکو ہمارے نفع و نقصان کی کوئی طاقت نہیں، اگر میں آنحضرت کو بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔

لہذا اسپر تو ائمہ کا اتفاق ہے کہ بیت اللہ کے دو رُکنوں کو جو حطیم کی طرف ہیں اور کعبہ کی چار دیواری اور مقام ابراہیم کو اور صخرۂ بیت المقدس اور قبور انبیاء و صالحین میں سے کسی کو بوسہ دینا یا اسپر ہاتھ پھیر کر چومنا خلاف سنت ہے، یہانتک جب کہ منبر سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھا، بخیال عظمت اسکو ہاتھ لگانے میں علماء کا نزاع ہے (تو قبور کا کیا ذکر)۔

امام مالک رحمہ اللہ اور انکے رفقاء نے اسکو مکروہ کہا، کیونکہ یہ بدعت ہے، اور کہتے ہیں کہ جب امام مالکؒ نے عطاؒ کو ایسا کرتے دیکھا تو ان سے روایت نہ کی۔ امام احمدؒ اور ان کے موافقین نے اس کو جائز رکھا ہے، کیونکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایسا کیا ہے لیکن آنحضرتؐ کی قبر کے چھونے اور بوسہ دینے کو سب نے بالاتفاق مکروہ جانا ہے، اور اس سے منع کیا ہے، کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استیصالِ مادۂ شرک اور تحقیق توحید اور دین کو محض اللہ رب العالمین کیلئے خاص کرنے میں کسقدر بے نظیر کوشش سے کام لیا ہے۔

کسی صالح آدمی کی زندگی میں اس سے دعا منگوانے اور مرنے کے بعد کی حالت میں فرق

اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ زندگی میں نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یا اور کسی صالح شخص سے سوال کرنے میں اور وفات کے بعد یا غائب ہونیکی صورت میں ان سے سوال کرنے میں کتنا فرق ہے، وجہ یہ کہ زندگی میں تو انکی پرستش نہیں کرسکتا تھا۔ کیونکہ انبیاؑ و صالحین اپنی زندگی کے اندر اپنے حضور میں کسی کو مشرکانہ حرکات کرنیکی اجازت نہیں دیتے تھے، بلکہ اس سے روکتے تھے اور اسپر سزا دیتے تھے، جیساکہ مسیح علیہ السلام کا قول شاہد ہے:

(۱) مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ۔ (مائدہ)

تو نے جو مجھے حکم دیا تھا بس وہی میں نے انہیں کہہ سنایا تھا کہ اللہ جو میرا اور تمہارا سب کا پروردگار ہے اسی کی عبادت کرو اور جب تک میں ان لوگوں میں موجود رہا ان کا نگران حال رہا، پھر جب تو نے مجھے دنیا سے اٹھالیا تو تو ہی ان کا نگہبان تھا اور تو تمام چیزوں کی خبر رکھتا ہے۔

(۲) جب آنحضرتؐ سے ایک شخص نے یوں کہا "ماشاء اللہ وشئت" (جو اللہ کی اور آپکی مرضی) تو آپ نے فرمایا: اجعلتنی للہ ندا ماشاء اللہ وحدہ" (کیا تو نے مجھے اللہ کا شریک بنا دیا، یوں کہو کہ جو کچھ اللہ واحد کی مرضی) اور فرمایا: ماشاء اللہ وشاء محمد مت کہا کرو بلکہ یوں کہدیا کرو" ماشاء اللہ ثم شاء محمد" (جو اللہ کی مرضی اور اس کے بعد آپ کی)

(۳) جب ایک لونڈی نے کہا" وفینا رسول اللہ یعلم ما فی غد" (ہم میں اللہ کے رسول موجود ہیں جو آئندہ کل کی بات جانتے ہیں) تو فرمایا: قولی بالذی کنت تقولین" (ایسامت کہو جو تم پہلے کہہ رہی تھیں اسیقدر کہو)۔

(۴) اور فرمایا:

لا تطرونی کما اطرت النصاری ابن مریم، انما انا عبدٌ. فقولوا عبد اللہ و رسولہٗ۔	جسطرح عیسائیوں نے ابن مریم کو بڑھادیا، تم ہرگز مجھے اس طرح نہ بڑھانا، میں بندہ ہوں اسلئے مجھے عبدہٗ ورسولہٗ ہی کہا کرو۔

(۵) جب صحابہؓ (نماز میں) صف بستہ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے (اور آپ بیٹھے ہوئے تھے) تو فرمایا: لا تعظمونی کما تعظم الاعاجم بعضھم بعضاً " (اسطرح میری عزت نہ کرو جیسے عجمی لوگ ایکدوسرے کی کیا کرتے ہیں)۔

(۶) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ کو دنیا میں کوئی چیز بھی آنحضرت صلعم سے زیادہ عزیز نہ تھی، لیکن جب آپ تشریف لاتے تو صحابہؓ قیام نہیں کرتے تھے، کیونکہ ان کو خوب معلوم تھا کہ آپ اس کو پسند نہیں فرماتے۔

(۷) جب حضرت معاذؓ نے آپ کو سجدہ کیا تو آپنے منع فرمایا اور کہا:

انہ لا یصلح السجود الا للہ، ولو کنت اٰمرا احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجہا من عظم حقہ علیہا۔	سجدہ فقط اللہ ہی کیلئے ہے۔ اگر میں کسی انسان کو انسان کیلئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا، تو بیوی کو حکم دیتا کہ شوہر کو سجدہ کرے، کیونکہ شوہر کا بیوی پر بہت بڑا حق ہے۔

(۸) اور جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں زنادقہ کا وہ گروہ پیش ہوا جو اُن کی خدائی کا قائل تھا تو آپنے ان کے [illegible] دینے کا حکم دیا۔

پس انبیاء اور اولیاء اللہ کی تو یہ کسرِ شان ہے، باقی رہا اپنی شان میں غلو اور تعظیم بیجا، تو اسے وہ لوگ جائز و برقرار رکھتے ہیں جو فرعون کی طرح زمین میں بڑھ چڑھ کر رہنا اور تباہی پھیلانا چاہتے ہیں، گمراہ مشائخ جن کا مقصد یہی فساد فی الارض ہے وہ بھی فرعون کی جنس سے ہیں۔

اور انبیاء اور صالحین کی شان میں غلو کرنا ان کو رب بنا لینا اور ان کے ساتھ شرک کرنا یہ اس قسم کی باتیں ہیں جو ان کی غیبوبت میں یا انکی وفات کے بعد حاصل ہوتی ہیں۔

فوت شدہ کا واسطہ دیکر دعا مانگنے کے عدم جواز کی وجہ

چنانچہ مسیح اور عزیر علیہما السلام کے ساتھ انکی غیبت اور وفات کے بعد شرک کیا گیا۔ پس یہی راز ہے جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی صالح ولی اللہ کی زندگی میں اُن کے روبرو اُن سے سوال کرنے اور اُنکی وفات کے بعد یا غیر حاضری میں ان سے درخواست کرنے میں فرق ظاہر ہو جاتا ہے اور صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں بلکہ تمام سلف صالحین میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا جو انبیاءؑ کی قبور کے پاس نماز پڑھنے کو اختیار و پسند کرتا ہو، یا مزارات کے پاس دعا کی ہو، اور نہ کبھی غائبانہ ان سے سوال اور استغاثہ (فریاد خواہی) کرتے تھے نہ قبروں کے پاس۔ علیٰ ہذا القیاس اعتکاف اور مجاور ہو کر بیٹھنے کا ان سے کوئی ثبوت نہیں۔

اور جس استغاثہ کا ذکر مستفتی نے سوال میں کیا ہے کہ مصائب کے وقت کوئی شخص کسی فوت شدہ بزرگ یا غائب کا نام لیکر کہے کہ یا سیدی فلاں! میری فریاد کو پہنچو، میری مدد کرو۔ گویا ان سے مصیبت کے دُور کرنے اور جلب منفعت کی طلب کرتا ہے۔ تو اس قسم کا استغاثہ بدترین شرک میں سے ہے۔ نصاریٰ کا مسیح اور والدہ مسیح (مریم) علیہما السلام اور اپنے عالموں اور درویشوں کے بارہ میں یہی خیال اور اعتقاد ہے۔ اور یہ تو ثابت شدہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر اور بزرگترین خلائق ہمارے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور یہ بھی واضح ہے کہ آپ کی قدر و منزلت اور آپ کے حقوق کا علم سب سے زیادہ صحابہؓ کو تھا، باوجود اس کے صحابہؓ آپ کی غیبت میں یا بعد وفات کوئی اس قسم کی بات نہیں کرتے تھے۔

شرک کے ساتھ جھوٹ لازم ہے

اور یہ شرک کرنے والے لوگ شرک تو کرتے ہی ہیں مگر شرک کے ساتھ جھوٹ بھی ملا دیتے ہیں، ویسے بھی جھوٹ شرک کا قرین ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(۱) وَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ حُنَفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ" (الحج)	بتوں کی پرستش کی گندگی سے بچتے رہو، اور جھوٹی بات کے کہنے سے بھی پرہیز کرو، بس ایک اللہ کے ہو رہو، اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۲) عدلت شہادۃ الزور بالاشراک باللہ	جھوٹی شہادت شرک کے برابر ہے۔

(یہ آپ نے دو مرتبہ یا تین مرتبہ فرمایا)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(۳) إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ"	جو لوگ بچھڑے کی پرستش کو لئے بیٹھے رہے عنقریب ان پر انکے پروردگار کا غضب نازل ہوگا، اور افترا پردازوں کیلئے یہی بدلہ ہے۔

(اعراف)

اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا قول اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا:

(۴) أَئِفْكًا آلِهَةً دُونَ اللَّهِ تُرِيدُونَ فَمَا ظَنُّكُم بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۔	کیا جھوٹ موٹ خدا کے سوا دوسرے معبودوں کے پیچھے پڑے ہو، تو تم نے اللہ رب العالمین کو کیا سمجھ رکھا ہے۔

پس ان لوگوں کے کذب و افترا میں سے ایک یہ عقیدہ بھی ہے جو کہتے ہیں کہ اگر شیخ مشرق میں ہو اور مرید مغرب میں، تو شیخ انکشاف غطاء پر مرید کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اگر شیخ اس وصف سے متصف نہ ہو تو وہ شیخ ہی نہیں۔ اور کبھی شیطان اُن کو اسطرح گمراہ کرتا ہے جیسا کہ اہل عرب کے بتوں میں اور ستارہ پرستوں کے طلاسم شرکیہ و سحریہ میں شیطان اپنی چال چل جاتا ہے، جس طرح تاتار اور ہند اور سوڈان وغیرہ اصناف مشرکین میں شیاطین کا اغواء

اور بات چیت کرنا وغیرہ پھندے جاری ہیں۔ پس بہت سے مشائخ پرستوں کے لئے بھی اس قسم کی باتیں واقع ہو جاتی ہیں، خصوصاً مجالس سماع میں جب سیٹیاں مارنے اور تالیاں بجانے (اور رقص و حالت) میں مصروف ہوتے ہیں، کیونکہ ایسی حالت میں شیطان اُن پر نازل ہوتے ہیں، اور بعض کی اُسوقت ایسی حالت ہو جاتی ہے جیسی مصروع (مرگی والے) کی، مثلاً اونٹ کی طرح بڑبڑاتا اور منہ سے جھاگ ڈالنا اور عجیب بے طرح آواز نکالنا۔ اور اسوقت شیطان ایسے الفاظ میں ان سے کلام کرتا ہے، جن کو نہ تو وہ خود سمجھتے ہیں اور نہ ہی حاضرین کی سمجھ میں آتے ہیں، اور اسی طرح کی اور باتیں جن کا ایسے لوگوں میں واقع ہونا ممکنات سے ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی یوں کہے "اے اللہ، بحرمت فلاں، یا بہ برکت فلاں، یا بجاہ فلاں میری آرزو بر لا"، پس یہ عمل ایسا ہے کہ اکثر لوگ اسکو کرتے ہیں، لیکن صحابہؓ تابعینؒ اور ائمہ سلفؒ سے اس امر کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، کہ وہ دعا میں یوں کہتے تھے۔ اور علماء میں سے بھی اُسکی نفی یا اثبات میں کوئی قول مجھے نہیں پہنچا جس کو میں نقل کروں۔

البتہ فقیہ ابی محمد بن عبدالسلام کے فتاوی میں مَیں نے دیکھا ہے کہ انہوں نے فتویٰ دیا ہے کہ سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور کے حق میں ایسا کرنا جائز نہیں۔ اور آپ کے طفیل سے دعا کرنیکے بارہ میں جو حدیث نقل کرتے ہیں اگر وہ صحیح ہو تو خاص آپ کے توسّل سے دعا کر لینا جائز ہے۔

اور جس استفتاء کے جواب میں فقیہ موصوف نے یہ فتویٰ دیا ہے اس کا مضمون یہ ہے:
نسائیؒ اور ترمذیؒ وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے بعض صحابہؓ کو یہ دعا سکھائی

"اللھم انی اسألك واتوسل الیك بنبیك نبی الرحمۃ، یا محمد یا رسول اللہ انی اتوسل بك الی ربی فی حاجتی لیقضیھا لی - اللھم فشفعہ فی -

اس حدیث سے بعض لوگ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ آپکی زندگی میں اور موت کے بعد توسّل پکڑنے کے جواز میں استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں مخلوق سے دعا نہیں اور نہ کسی مخلوق سے استغاثہ ہے، بلکہ اس میں فقط انکے جاہ و حرمت کی طفیل و توسط سے سوال کیا جاتا ہے

جیسا کہ سنن ابن ماجہ میں ہے کہ حضور نے گھر سے نماز کے لئے مسجد کو جانیوالے کو یوں دعا کرنیکا ارشاد فرمایا: اللھم انی اسالك بحق السائلین علیك و بحق ممشای ھذا فانی لم اخرج اشرا ولا بطرا ولا ریاء ولا سمعۃ خرجت اتقاء سخطك وابتغاء مرضاتك اسالك ان تنقذنی من النار وان تغفر لی ذنوبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔

اس حدیث میں اللہ پر سوال کرنیوالوں کے حق اور اپنے نماز کی طرف چلنے کے حق کی بناء پر سوال کیا اور یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (اپنے فضل سے) بندوں کے حق اپنے اوپر ثابت کئے ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

(۱) وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ۔	مومنین کی مدد کرنا ہم پر حق ہے۔
(۲) كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُوْلًا ۔ (فرقان)	جس وعدے کا ایفاء پروردگار نے اپنے اوپر لیا ہے اور اس سے طلب کیا جا سکتا ہے۔

بندوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ اُسکے ساتھ شرک نہ کریں

(۳) نیز صحیح بخاری میں معاذؓ بن جبل سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا:

یا معاذ اتدری ما حق اللہ علی العباد، قال اللہ ورسولہ اعلم، قال حق اللہ علی العباد ان یعبدوہ ولا یشرکوا بہ شیئا۔ اتدری ما حق العباد علی اللہ اذا فعلوا ذالك فان حقھم علیہ ان لا یعذبھم۔	معاذؓ! جانتے ہو کہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کے کیا حقوق ہیں؟ معاذؓ نے عرض کیا اللہ اور اسکا رسُول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ اسی کی بندگی کریں اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرائیں" پھر پوچھا، کیا جانتے ہو، جب بندے حقوق اللہ ادا کردیں تو اللہ پر ان کے حقوق کیا ہیں، فرمایا: اللہ تعالیٰ پر بندوں کا حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انکو عذاب سے بچا لے"

اور بعض احادیث میں حقوق کے متعلق ذرا تفصیل کے ساتھ ذکر آیا ہے۔ مثلاً آپ نے فرمایا: شارب خمر کی چالیس روزہ نماز قبول نہیں ہوتی، اگر وہ توبہ کرے تو اللہ تعالےٰ اسکو معاف کردیتا ہے، اور اگر وہ تیسری یا چوتھی مرتبہ بھی باز نہ آئے تو اللہ پر لازم ہے کہ اس کو

طینۃ الخبال پلائے" پوچھا گیا "طینۃ الخبال" سے کیا مراد ہے؟" فرمایا "اہلِ دوزخ کا عصارۃ"

ایک جماعت علماء کہتی ہے کہ "اس سے موت کے بعد توسل کا جواز ثابت نہیں ہوتا، بلکہ فقط آپ کی زندگی میں آپ کے سامنے توسل کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ کا حضرت عباسؓ کی امامت میں نماز استسقاء ادا کرنا، اور یوں کہنا "خدایا! عہدِ رسالت میں تیرے رسول کے وسیلے سے تجھ سے بارانِ رحمت کے طالب ہوتے تھے، آج ہم تیرے رسول کے چچا کے وسیلے سے دعا مانگتے ہیں، ہم پر بارانِ رحمت بھیج"

پس حضرتِ فاروق اعظم نے بیان کر دیا کہ صحابہ کرام آنحضرت کی زندگی میں ایسے توسل کرتے تھے اور بارش ہو جاتی تھی، اور توسل کی صورت یہ تھی کہ آپ سے دعا کی درخواست کرتے تھے۔ آنحضرتؐ دعا فرماتے اور صحابہ خود بھی شریکِ دعا ہوتے، اور آپ کی شفاعت اور آپکی دعا کا وسیلہ پکڑتے تھے۔

صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص جمعہ کے دن مسجد نبوی میں آیا، حضور خطبہ پڑھ رہے تھے۔ اس شخص نے سامنے کھڑا ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! مال ہلاک ہو گئے، راستے بند ہو گئے، دعا فرمایئے، بارش تھم جائے، "حضور نے دعا کیلئے ہاتھ اُٹھائے اور کہا "مولیٰ! بارش کو تھام لے ہمارے ٹیلوں پر، پہاڑوں کی چوٹیوں پر، وادیوں اور درختوں کی جڑوں میں بارش بھیج" راوی کا بیان ہے کہ فوراً بارش تھم گئی، جب ہم مسجد سے نکلے تو دھوپ میں چلتے تھے۔

پس اس حدیث میں ہے کہ اس شخص نے کہا "ادع اللہ لنا ان یمسکھا عنا" (دعا فرمایئے، باران تھم جائے) اس سے یہی ثابت ہے کہ آنحضرت سے دعا کی التماس کیجاتی تھی۔ اور یہی ان کا توسل تھا۔

بخاری نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ کہتے "مجھے ابو طالب حضرت علیؓ کے والد کا قول یاد آتا ہے جو آپ کی تعریف میں کہا:

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ ثمال الیتامی عصمۃ للارامل

یعنی روشن چہرہ والا جسکی وجاہت کی طفیل بارش کیلئے دعا کیجاتی ہے، یتیموں کی جائے پناہ رانڈوں کا ملجا ؤ ماویٰ ہے۔

پس آپ کے عینِ حیات میں استسقا کیلئے اس قسم کا توسل کیا جاتا تھا کہ آنحضرتؐ سے دعا کی التماس کرتے۔ اور آنحضرتؐ کے وصال کے بعد اسیطرح حضرت عباس سے استدعا کی گئی۔ لیکن آنحضرتؐ کی وفات کے بعد یا آپ کے غائب ہونیکی صورت میں یا آپ کی مرقد مبارک کے پاس جاکر آپ کا توسل نہیں کیا گیا اور نہ کسی اور کی قبر کے پاس کسی نے جاکر استسقاء کیا۔

اسیطرح امیر المومنین معاویہ بن سفیان نے یزید بن اسود جرشی کو امام بناکر استسقا کیا۔ اور کہا:

اللھم انا نستشفع الیک بخیارنا یا یزید ارفع یدیک الی اللہ۔	مولا ہم تیرے سامنے اپنے بہترین آدمیونکو شفیع لائے ہیں، اے یزید، اللہ کے آگے (دعا کیلئے) ہاتھ اُٹھاؤ۔

تو انہوں نے ہاتھ اُٹھا کر دعا کی، اور سب لوگوں نے دعا کی، تو خدا تعالیٰ نے بارانِ رحمت نازل کیا۔

لہذا علما کے نزدیک متقی اور صلحاء سے دعاء باران کرانا مستحب ہے، اگر رسول اللہ صلعم کے اہلِ بیت سے ہوں تو سب سے بہتر ہے۔ لیکن یہ کسی عالم نے نہیں کہا کہ کسی نبی یا صالح کی موت کے بعد یا اُنکی غیبت میں استسقاء یا دشمن پر فتح چاہنے یا اور کسی دعا میں اُن سے توسل کرنا مشروع ہے، اور نہ علماء میں سے کسی نے اسکو مستحب کہا۔ اور دعا ہی تو عبادت کا مغز ہے، اور عبادت کی بنا سنت اور اتباع نبوی پر ہے نہ کہ خواہشات اور من گھڑت طریقے نکالنے پر۔ اللہ کی عبادت وہی ہے جو مشروع طریق پر ہو، اور جو خواہشوں اور بدعتوں سے عبادت کی جائے وہ اللہ کی عبادت نہیں ہوتی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(۱) اَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ۔ (شوریٰ)	کیا ان لوگوں نے خدا کے سوا شریک ٹھیرا رکھے ہیں اور انہوں نے ان کے لئے دین کا ایک اَور رستہ ٹھیرایا ہے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا۔
(۲) اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۔ (اعراف)	اپنے رب کو عاجزی اور دل ہی دل میں آہستہ پکارا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

(۳) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سیکون فی ھذہ الامۃ قوم یعتدون فی الدعاء والطھور۔

اس امت میں ایسے لوگ پیدا ہو جائینگے کہ دعا اور طہارت میں حد اعتدال سے بڑھ جائیں گے۔

لیکن مصیبت یا خوف میں اپنے پیر سے استغاثہ کرنا اور یہ درخواست کرنا کہ اس حادثہ میں مرشد میرے دل کو ثابت و برقرار رکھے۔ یہ تو صاف شرک ہے اور دین نصاریٰ کی جنس سے۔ (اور یہ قسم اوّل ہے جسکا ذکر اوپر ہو چکا ہے)۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ رحمت کرنیوالا صرف اللہ کی ذات ہے اور وہی ضرر دفع کرتا ہے فرمایا اللہ تعالےٰ نے:

(۱) وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۚ (یونس)

اے پیغمبر اگر تجھے اللہ کوئی ضرر پہنچائے، تو یاد رکھو کہ اس ضرر کو اس کے سوا کوئی دفع نہیں کر سکتا، اور اگر وہ ذات پاک تجھ کو نیکی پہنچانے کا ارادہ کرے تو اسکے فضل کو کون ہٹا سکتا ہے

(۲) مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ (فاطر)

اپنی رحمت کا دروازہ اگر اللہ خود ہی لوگوں کیلئے کھولے تو اسے کوئی بند کرنیوالا نہیں، اور بند کر دے تو پھر کوئی اُسے کھول نہیں سکتا۔

(۳) قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ۔ (انعام)

اے پیغمبر کہدو کہ بھلا دیکھو، اگر تم پر خدا کا عذاب آجائے یا تمہارے سامنے قیامت قائم ہو جائے تو اسوقت بھی انہیں ہی پکارنے لگو گے جنہیں تم نے خدا کے سوا معبود گردانا ہے اگر سچے ہو تو جواب دو، نہیں بلکہ اسی ایک خدا کو پکارو گے تو جس امر کیلئے اسے پکارو گے اگر وہ چاہیگا تو اُسے کھولدیگا اور جنکو تم شریک خدا ٹھیراتے ہو انہیں بھول جاؤ گے۔

(۴) قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

اے پیغمبر انہیں کہدو کہ جنہیں تم خدا کے سوا کارساز سمجھتے ہو بوقت حاجت انہیں بلا تو دیکھو، یہ تم سے تکلیف کو نہ ہی دور کر سکتے ہیں اور نہ اُسے بدل سکتے ہیں اور یہ لوگ جنہیں مشرکین

يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ يَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ۚ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۔ (بنی اسرائیل)

حاجت روا سمجھکر پکارتے ہیں وہ توخود اپنے پروردگار کا قرب حاصل کرنے کیلئے ذریعہ ڈھونڈتے ہیں اور اس کی رحمت کے امیدوار اور اسکے عذاب سے خائف ہیں۔ اے پیغمبر بے شک تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ جو لوگ ملائکہ، انبیاء اور صلحاء وغیرہ کو پکارتے ہیں وہ انکے موجودہ مصائب کو ہٹا نہیں سکتے، اور آنے والے آلام کے روکنے میں کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ پس جب کوئی شخص کہے کہ میں پیر کو اسلئے پکارتا ہوں کہ میرا شفیع بنے؛ تو وہ نصاری اور اُنکے احبار و رہبان کی جنس سے ہے۔ اور مومن تو اپنے رب ہی کی رحمت کا امیدوار اور اسی کے عذاب سے خائف ہوتا ہے، اور اخلاص کے ساتھ عبادت کرکے اسی کو پکارتا ہے۔ اور اسکے شیخ کا حق صرف اسقدر ہوتا ہے کہ وہ اپنے مرید کے لئے دعا کرے اور اس کے ساتھ شفقت سے پیش آئے۔ کیونکہ سب خلقت سے بڑی شان آنحضرت صلعم کی ہے، اور صحابہؓ کرام سب لوگوں سے زیادہ آپکے امر (اور شریعت کے) جاننے والے تھے، اور سب سے زیادہ آپکی قدر و منزلت سے واقف اور سب سے زیادہ آپ کے مطیع تھے۔ اور آپنے اُن میں سے کسی کو یہ حکم نہیں دیا کہ گھبراہٹ اور خوف کے وقت یوں کہیں یاسیّدی، یا رسول اللہ، اور صحابہؓ نہ آپ کی زندگی میں ایسا کرتے تھے اور نہ آپکی وفات کے بعد کیا۔

اللہ سے دعا مانگنے اور آنحضرت صلعم پر درود بھیجنے کی تاکید

بلکہ آپ صحابہؓ کو اللہ کے ذکر اور اسی سے دعا مانگنے اور آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے کا حکم دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ

یہ وہ لوگ ہیں جنکو لوگوں نے آکر کہا کہ تم سے لڑائی کرنے کو لوگ جمع ہو رہے ہیں اور انکو ڈرایا، مگر بجائے ڈرنے کے انکا ایمان اور زیادہ پختہ ہوگیا، اور بول اٹھے کہ ہمیں اللہ کافی ہے

وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ، فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْءٌ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ" (آل عمران)

اور وہی اچھا کارساز ہے، اور پھر لوٹ گئے تو اللہ کی نعمتوں اور فضل سے لدے ہوئے لوٹے اور انہیں کوئی گزند نہ پہنچا اور اللہ کی رضا پر کاربند ہوئے، سو اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

(۱) بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ کلمات (حسبنا اللہ ونعم الوکیل) ابراہیم علیہ السلام نے اُسوقت کہے تھے جب انکو کفار نے آگ میں پھینکدیا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہی کلمات اُسوقت کہے جب لوگوں نے ان سے کہا "اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ" (تمہارے مخالف لوگوں نے تم سے لڑنے کیلئے جمعیت فراہم کرلی ہے)۔

(۲) بخاری میں ہے کہ آپ بیقراری کے وقت یوں کہا کرتے تھے:- لا الٰہ الا اللہ العظیم الحلیم، لا الٰہ الا اللہ رب العرش الکریم، لا الٰہ الا اللہ رب السمٰوات والارض ورب العرش العظیم" اور مروی ہے کہ آپ نے اس قسم کی ادعیہ بعض اہل بیت کو بھی سکھائی تھیں۔

(۳) سنن میں ہے کہ آپ تکلیف کے وقت پڑھا کرتے تھے:- یا حی یا قیوم برحمتك استغیث"

(۴) اور مروی ہے کہ آپ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کو یہ دعا سکھائی: یا حی یا قیوم یا بدیع السمٰوات والارض لا الٰہ الا انت برحمتك استغیث، اصلح لی شانی کلہ ولا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین ولا الی احد من خلقك۔

(۵) مسند امام احمدؒ اور صحیح ابی حاتم بستی میں ابن مسعودؓ آنحضرتؐ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا: جو شخص ہم وغم میں کلمات ذیل کہے خدا تعالیٰ اسکے فکر وغم کو دور کردیتا ہے اور اسکی مصیبت کو مبدل براحت وعیش کردیتا ہے، (کلمات یہ ہیں) اللھم انی عبدك وابن عبدك وابن امتك ناصیتی بیدك، ماض فی حکمك، عدل فی قضاؤك اسالك بکل اسم ھو لك سمیت بہ نفسك او انزلتہ فی کتابك او علمتہ احدا من خلقك او استاثرت بہ فی علم الغیب عندك ان تجعل القرآن العظیم

ربیع قلبی و نور صدری وجلاء حزنی وذھاب ھمی و غمی -

صحابہؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ! کیا ہم لوگ ان کلمات کو سیکھ لیں؟ (یاد نہ کر لیں) فرمایا: جو ان کلمات کو سنے اچاہئے کہ سیکھ لے" (یاد کرلے)۔

(۵) اور آپ نے اپنی امت سے فرمایا کہ "کسوف وخسوف اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں، ان کو کسی کی پیدائش یا موت سے کوئی تعلق نہیں۔ اللہ تعالے اپنی قدرت سے لوگونکو اپنا جلال وجبروت دکھاتا ہے، جب تم اسکو دیکھو، تو گھراہٹ سے نماز اور اللہ کے ذکر اور استغفار کی طرف پناہ لو، صدقہ دو، غلام آزاد کرو۔" آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ کسوف خسوف دیکھ کر کسی مخلوق یا ملائکہ، انبیاء یا اولیاء کو پکاریں

اس قسم کے واقعات آپ کی سنت میں بکثرت موجود ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے مسلمانوں کیلئے خوف کے وقت اور کوئی بات مشروع نہیں کی، مگر وہی جسکا حکم اللہ نے فرمایا ہے کہ اللہ سے دعا کریں، اسکا ذکر کریں، غلام آزاد کریں، صدقہ دیں اور اسی قسم کی اور خیرات کریں۔

پھر مومن سے کیونکر ہو سکتا ہے کہ اللہ اور اسکے رسول کا مقرر کردہ راستہ چھوڑ کر بدعت وضلالت کی راہ اختیار کرے۔ جس کیلئے شریعت میں کوئی دلیل نہیں۔ محض نصاریٰ ومشرکین کی تقلید ہے۔

شرک کرنیکی وجہ سے کرشموں کا ظہور

اگر کوئی یہ کہے کہ اس طرح بزرگ ہستیوں کے پکارنے سے اس کی حاجت پوری ہوگئی اور شیخ کی صورت اُسکے سامنے آگئی۔ تو ان کو مطلع ہونا چاہئے کہ ستارہ پرستوں اور بت پرستوں وغیرہ مشرکوں کو بھی ایسے واقعات پیش آجاتے ہیں، چنانچہ گزشتہ اور موجودہ زمانہ کے مشرکین سے اس قسم کے واقعات متواتر منقول ہیں۔ اگر ایسے کرشمے ظہور پذیر نہ ہوتے تو بتوں وغیرہ کی کوئی پرستش نہ کرتا۔

چنانچہ حضرت خلیل علیہ السلام نے دعا کی:

وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ ۔ (ابراہیم)

اے خدا مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی پرستش سے محفوظ رکھنا۔ خدایا! بتوں نے بہت سی مخلوق کو گمراہ کر رکھا ہے۔

اور کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے مکہ میں شرک کا ظہور عمرو بن لحی الخزاعی کی طرف سے ہوا، جسکو آنحضرتؐ نے دیکھا کہ اُسکی انتڑیاں پڑی ہیں اور دوزخ میں اُن کو کھینچتا پھرتا ہے۔ اوّل اوّل اس نے سانڈ چھوڑے تھے، اور اسی نے دین ابراہیم کو مسخ کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ وہ شام میں وارد ہوا، اور وہاں دیکھا کہ بلقاء میں بُت دھرے ہیں جن کے متعلق لوگوں کا خیال تھا کہ جلب منافع اور دفع مضار میں وہ اُن کو مدد دیتے ہیں۔ تو وہ اُن بتوں کو مکہ میں اُٹھا لایا، اور عرب میں شرک و بت پرستی کا رواج دیا، اور وہاں ان محرمات کو رائج کیا جن کو اللہ اور اس کے رسوؐل نے حرام کیا تھا، مثلاً شرک، سحر، خون ناحق، جھوٹی شہادت وغیرہ۔ کبھی ان محرمات میں حظِ نفس اور طبعی میلان ہوتا ہے جن حظوظ کو نفس امارہ منفعت یا دفع مضرت تصور کرتا ہے، اگر یہ حظوظ ان میں نہ ہوتے تو کبھی نفوس اُنکے ارتکاب کی جرأت نہ کرتے جن میں فی الحقیقت مطلق کوئی خیر یا بھلائی نہیں ہوتی۔

شرک اور دیگر محرمات میں پڑنے کے دو سبب: جہالت اور اتباع ہویٰ

صرف جہالت اور احتیاج ہی نفوس کو محرمات میں جا ڈالتی ہے، ورنہ جس کو اُس چیز کی قباحت کا علم ہو، اور یہ بھی جانتا ہو کہ شرع میں اس سے نہی وارد ہے وہ کیونکر اُس کا ارتکاب کرتا ہے؟ اور جو لوگ ان سب امور کو کر گزرتے ہیں وہ کبھی تو جاہل اور نادان ہوتے ہیں، جو اُسکی قباحت اور فساد کو نہیں جانتے، اور کبھی اسکی طرف محتاج ہوتے ہیں۔ مثلاً شہوت اور نفسانی خواہش اُنہیں مضطرب کر دیتی ہے۔ اور در واقع میں یوں ہوتا ہے کہ بعض اوقات جو ضرر اُن محرمات میں ہے وہ اس لذت سے بدرجہا بڑھا ہوتا ہے۔ لیکن جہالت کی وجہ سے وہ اُس ضرر کو نہیں جانتے۔ یا ہوائے نفسانی غالب ہو کر اندھا کر دیتی ہے

حتیٰ کہ وہ ان محرمات کو کر گزرتے ہیں۔ اور ہوای کی خاصیت ہی یہ ہے کہ صاحب خواہش کو ایسا بنا دیتی ہے کہ گویا وہ حق اور واقعیت میں سے کسی چیز کو نہیں جانتا۔ (حدیث میں وارد ہے) "حُبُّكَ الشَّيْئَ يُعْمِيْ وَ يُصِمُّ" (یعنی کسی چیز کی محبت تجھے اندھا، بہرا کر دیتی ہے) یہی وجہ ہے کہ صاحب علم اللہ سے ڈرتا ہے۔

ابو العالیہ فرماتے ہیں کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا:

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ[1] (آل عمران)	بیشک اللہ ایسے لوگوں پر رجوع کرتا ہے جو کوئی برائی نادانی سے کر بیٹھتے ہیں، پھر پشیمان ہو کر جلدی سے توبہ کر لیتے ہیں۔

یہاں اس امر کے متعلق شرح و بسط کی گنجائش نہیں کہ منہیات شرعیہ میں کیا کیا مفاسد غالبہ ہیں اور مامورات شرعیہ میں کیا کیا مصالح غالبہ؟ ایمانداروں کیلئے اسیقدر جان لینا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس فعل کے کرنیکا حکم دیا ہے وہ مصلحت محض پر مبنی ہے، یا اُس میں مصلحت غالب ہے۔ اور جس سے منع فرمایا ہے وہ محض مفسدہ ہے یا مفسدہ اسمیں غالب ہے۔ اور خدائے حکیم نے جن کاموں کے کرنیکا حکم دے رکھا ہے تو اُسکی یہ وجہ نہیں کہ اسکو کسی قسم کی احتیاج ہے (بلکہ اسمیں انسان کا اپنا ہی فائدہ ہے) اور جن کاموں سے منع کر رکھا ہے تو اسکی صرف یہ وجہ ہے کہ انکے کرنے میں انسان کا اپنا نقصان ہے اسی لئے آنحضرتؐ کی تعریف میں یوں فرمایا:

يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ۔ (اعراف)	رسول اکرم ان کو نیکی کا حکم کرتے اور برائی سے منع کرتے اور پاکیزہ چیزوں کو ان کیلئے حلال اور ناپاک چیزوں کو ان کیلئے حرام کرتے ہیں۔

[1] جناب رسول ؐ نے ابو العالیہ رضؓ کو جو جواب دیا وہ یہاں محذوف ہے لیکن دوسری جگہ یہی صحابی رضؓ کہتے ہیں کہ صحابہ رضؓ کہا کرتے تھے کہ انسان سے جو گناہ بھی سرزد ہو وہ سب جہالت میں (داخل) ہے۔

اور جو سوال قبر کو چھونے، چومنے، اس پر رخسارے ملنے کے متعلق کیا گیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ: قبر پر، خواہ کوئی قبر ہو، ہاتھ رکھنا، اسکو بوسہ دینا اور اُسپر چہرہ ملنا باتفاق مسلمین منع ہے، خواہ نبی کی قبر ہی کیوں نہ ہو۔ سلف امت اور ائمہ سلف میں سے کسی نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ یہ ایک قسم کا شرک ہے، جیسا کہ آیت "وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ الخ" سے ثابت ہے، جسکے متعلق پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یہ تمام صلحا، قوم نوح کے نام تھے، جنکے مزارات پر کچھ مدت تک لوگ معتکف ہوتے رہے، پھر امتداد زمانہ سے ان کی تماثیل بنالیں، (اور یہ چھوتا، چومنا وغیرہ امور نا جائز ہیں) خصوصاً جب ان کے ساتھ میت کا پکارنا اور اس سے فریاد چاہنا بھی منضم ہو جاوے، جسکا ذکر پہلے ہو چکا، اور جو اس میں شرکی حیثیت ہے اُسکی توضیح کی جا چکی، اور وہاں ہی ہم نے زیارتِ شرعیہ اور زیارت شرکیہ میں فرق بتا دیا جسکی وجہ سے یہ گور پرست نصارٰی سے مشابہ ہوتے ہیں۔

پیروں، بزرگوں کے سامنے سر جھکانا، یا زمین کو بوسہ دینا، یا اس قسم کے اور افعال کے ممنوع ہونے میں ائمہ کا کوئی اختلاف نہیں، بلکہ غیر اللہ کے سامنے مجرد اٹھنا اور صرف پیٹھ جھکا دینا بھی نا جائز ہے چنانچہ مسند وغیرہ میں معاذ بن جبلؓ کا واقعہ موجود ہے، کہ وہ شام سے لوٹے تو آکر آنحضرت کے سامنے سجدہ کیا۔ حضرتؐ نے فرمایا "معاذ یہ کیا؟" عرض کی، یا رسول اللہ، شام کے لوگوں میں نے دیکھا کہ اپنے پادریوں بزرگوں کے سامنے سجدہ کرتے ہیں، اُن کا بیان ہے کہ یہ رسم انبیاء سابقین سے چلی آتی ہے۔ فرمایا "اے معاذ، یہ ان کا افترا و بہتان ہے، اگر میں انسان کو سجدہ کرنیکا حکم دیتا، تو عورت کو حکم دیتا کہ خاوند کو سجدہ کرے، کیونکہ بیوی پر خاوند کا بہت بڑا حق ہے" پھر فرمایا "معاذ! جب میری قبر پر سے تمہارا گزر ہو، تو کیا سجدہ کروگے؟" عرض کیا "نہیں" فرمایا "ہاں! ہرگز سجدہ نہ کرنا" (یہ حدیث کا مضمون ہے، الفاظ یہی ہیں، یا اس کے قریب قریب)۔

بلکہ صحیح بخاری میں جابرؓ کی روایت ہے، کہ آنحضرتؐ نے بیماری کی حالت میں بیٹھکر امامت کی، اور اصحابؓ صف باندھکر کھڑے ہوئے، تو آپ نے ان کو بھی بیٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم دیا، اور فرمایا "اس طرح میری تعظیم نہ کرو جیسے عجمی لوگ ایکدوسرے کی

کرتے ہیں" اور فرمایا "جو لوگ اسپر خوش ہوتے ہیں کہ لوگ ان کے سامنے بت بنکر کھڑے رہا کریں، تو انکو دوزخ کیلئے تیار رہو جانا چاہئے"۔

تو جب آپ نے عجمیوں کی اس رسم کو کہ وہ بڑوں کی تعظیم میں کھڑے ہو جاتے ہیں، یہانتک ناپسند فرمایا، اور اسکی مشابہت سے یہانتک پرہیز کی، کہ صحابہؓ کو اپنے بیٹھ کر نماز پڑھانے کی حالت میں بھی کھڑا ہونے سے روکدیا، حالانکہ وہ نماز میں کھڑے تھے تاکہ ان لوگوں کے ساتھ تشبہ نہ ہو جو اپنے بزرگوں و سرداروں کیلئے کھڑے ہوتے ہیں۔ اور صاف فرمادیا کہ "جسکو اس امر سے خوشی ہو کہ لوگ اس کیلئے کھڑے رہیں تو وہ دوزخی ہے" تو پھر سجدہ کرنا، سر جھکانا، ہاتھوں کو بوسہ دینا کیونکر جائز ہونگے؟

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جو زمین میں خلیفۃ اللہ تھے ایسے ملازم مقرر کر رکھے تھے جو دربار میں داخل ہونے والے کو زمین بوسی سے روکدیں، اور اگر کوئی ایسا کرے تو اسکو تادیب کریں۔

غرض قیام، قعود، رکوع اور سجدہ خدا، واحد، خالق السماوات والارض ہی کے لئے شایاں اور اسی کا حق ہے، اور جو خالص اللہ کا حق ہو اُس میں کسی دوسرے کا کچھ حصہ نہیں ہوتا، یہانتک کہ بجز ذات باری کسی دوسرے کے نام سے حلف اٹھانا بھی ممنوع قرار دیا گیا۔

بخاری و مسلم کی روایت سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا: من کان حالفا فلیحلف باللہ او لیصمت" (جو قسم کھانا چاہے وہ محض اللہ کی قسم کھائے ورنہ چپ رہے) اور یہ بھی ارشاد ہے: من حلف لغیر اللہ فقد اشرک" (جس نے اللہ کے سوا کسی دوسرے کے نام سے قسم کھائی اُسنے شرک کیا) خلاصہ یہ کہ ہر قسم کی عبادت صرف اللہ واحد لاشریک کا حق ہے:

وَمَآ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِيَعۡبُدُوا اللّٰهَ مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ حُنَفَآءَ وَ يُقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤۡتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِيۡنُ الۡقَيِّمَةِ۔ (البیّنہ)	اور ان کو کوئی اور حکم نہیں دیا گیا یہی کہ خالص اللہ کی بندگی کی نیت سے یک رُخے ہو کر اسی کی عبادت کریں اور نماز پڑھیں زکوۃ ادا کریں، اور یہی ٹھیک اور سیدھا دین ہے۔

صحیح حدیث میں یوں بھی آیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: خدا تعالیٰ تمہارے لئے تین چیزوں کو پسند کرتا ہے: (۱) اَنْ تَعْبُدُوْهُ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا" (اسی کی عبادت کرو اور اسمیں کسی کو شریک نہ بناؤ) (۲) اَنْ تَعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (تمام متفق ہوکر اللہ کی رسّی کو پکڑے رہو اور فرقہ بندی نہ کرو) (۳) وَاَنْ تَنَاصَحُوْا مَنْ وَّلَّاهُ اللّٰهُ اَمْرَكُمْ (اور جسکو اللہ تعالیٰ نے تمہارا ولی امر (حاکم) بنا یا ہے اُسکی خیر خواہی کرو)

اور ظاہر ہے کہ اصل عبادت دین کا اللہ کیلئے خالص کر دینا ہے، اسلئے آنحضرت صلعم نے جلی وخفی صغیر وکبیر ہر قسم کے شرک سے سخت روکا ہے۔ یہاں تک کہ طلوع وغروب شمس کے وقت نماز پڑھنے سے بھی مختلف پیرایوں میں منع کر دیا۔ کبھی تو یوں فرمایا "لا تحرّوا بصلاتکم طلوع الشمس ولا غروبها" اور کبھی طلوعِ فجر (صبح صادق) سے لیکر ظہور آفتاب تک اور عصر کی نماز کے بعد غروب شمس تک نماز پڑھنے سے منع فرمائے۔ اور کبھی یوں فرمایا: ان الشمس اذا طلعت طلعت بین قرنی الشیطان وحینئذ یسجد لها الکفار۔

ان اوقات میں نماز ادا کرنے سے اسلئے منع فرمایا کہ اس میں مشرکین کے ساتھ مشابہت پائی جاتی تھی، کیونکہ وہ طلوع وغروب پر سورج کو سجدہ کیا کرتے ہیں۔ اور شیطان اس وقت سورج کے ساتھ ہوتا ہے تاکہ سجدہ اسکو ہو۔

پس جب مشابہت مشرکین سے یہانتک روکدیا گیا تو پھر انکی مشابہت اختیار کرنا اور شرک میں مبتلا ہونا کیا معنی؟ اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو حکم دیا کہ اہل کتاب سے یوں کہدیں:

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا

اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات پر سمجھوتا کرلیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ہم اللہ کو چھوڑ کر کسی کی عبادت نہ کریں اسکے ساتھ کوئی شریک نہ ٹھیرائیں، اور نہ ہم میں سے بعض بعض کو رب ٹھیرائے اے اہل کتاب اگر تم اس بات سے روگردانی کرتے ہو، تو

بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۔ (آل عمران)	اس بات پر گواہ رہنا کہ ہم تو مسلمان ہیں۔

اور یہ خطاب اس لئے ہے کہ ایکدوسرے کو ارباباً من دون اللہ ٹھیرانے میں اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) آپس میں مشابہ ہیں، اور ہم لوگ (اہل اسلام) اس قسم کے افعال سے منع کر دیئے گئے ہیں تو جسنے ہدی رسولؐ، طریق صحابہؓ و تابعین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو چھوڑ کر نصاریٰ کے طریق کو اختیار کیا، اُس نے اللہ اور اسکے رسولؐ کی سخت نافرمانی کی،

اور قائل کا یہ قول کہ اللہ کی برکت اور تیری برکت سے میرا کام ہو گیا، بالکل خلاف شریعت ہے۔ کیونکہ حاجات کے برلانے میں خدا کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہو سکتا، یہاں تک کہ جب کسی نے آنحضرتؐ سے کہا، ما شاء اللہ و شئت" (جو اللہ کی اور آپ کی رضا) تو آپنے فرمایا: اجعلتنی للہ نداً بل ما شاء اللہ وحدہ" (کیا تو نے مجھے اللہ کا شریک بنا دیا، بلکہ یوں کہو، جو اللہ اکیلے کی مرضی) اور آپنے اپنے اصحاب سے فرمایا: لا تقولوا ما شاء اللہ وشاء محمد و لکن قولوا ما شاء اللہ ثم شاء محمد' (یوں نہ کہو "جو اللہ اور محمدؐ چاہیں"، لیکن یوں کہو "جو اللہ چاہے پھر محمدؐ"۔

ایک حدیث میں ہے کہ کسی شخص نے مسلمانوں کی جماعت سے کہا: "اگر تم اللہ کے ساتھ شریک نہ بناتے تو تمہاری جماعت دنیا میں بہترین جماعت تھی اگر تم ما شاء اللہ وشاء محمد (اللہ اور محمدؐ کی مرضی) کہتے ہو" اس پر آپنے صحابہؓ کو ایسا کہنے سے روک دیا۔"

بخاری میں زید بن خالد سے مروی ہے:

قال صلّی لنا رسول اللہ صلعم صلاۃ الفجر بالحدیبیۃ فی اثر سماء من اللیل فقال اتدرون ماذا قال ربکم اللیلۃ قلنا اللہ و رسولہ اعلم، قال قال اصبح من عبادی مؤمن بی، کافر بالکواکب و مومن بالکواکب کافر بی، فاما من قال مطرنا بفضل	حدیبیہ میں آنحضرتؐ نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی رات بارش ہو چکی تھی، نماز کے بعد آپ نے فرمایا: جانتے ہو، رات خدا نے کیا فرمایا؟ صحابہؓ نے عرض کی، اللہ اور اُسکا رسول بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آج صبح میرے بندوں میں سے بعض مجھ پر ایمان رکھتے ہیں، اور کواکب پرستی سے منکر ہیں، اور بعض کا کواکب پر ایمان ہے اور میری قدرت کے منکر۔ پھر فرمایا

الله و رحمته فذلك مؤمن بی، کافر بالکواکب۔ واما من قال مطرنا بنوء کذا و کذا، فذلك کافر بی مومن بالکواکب۔

جسکا یہ عقیدہ ہے کہ محض خدا کے فضل و رحمت سے بارش ہوئی وہ مجھ پر ایمان رکھتا ہے اور کواکب پرستی سے محفوظ ہے۔ لیکن جسکا خیال یہ ہے کہ فلاں فلاں نچھتر کی برکت سے بارش ہوئی، وہ میرا منکر اور کواکب پرست ہے

اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نظام عالم میں جن اسباب سے کام لیتا ہے وہ اُس کے شریک، معاون یا ناصر نہیں ٹھیرائے جا سکتے۔

اور "ببرکتہ الشیخ" کہنے والے کی مراد اس قول سے کبھی یہ ہوتی ہے کہ اس کی دعا سے (تو یہ حق ہے) کیونکہ غائب کی دعا غائب کے حق میں سریع التاثیر ہوتی ہے، اور کبھی علمی اور عملی استفادہ کی برکت مراد ہوتی ہے جو اسکو شیخ کی صحبت سے حاصل ہوا۔ اور کبھی شیخ کی معاونت اور موالات مراد ہوتی ہے جو اس کو دین اور حق کے متعلق اس سے حاصل ہوئی۔ یا اس قسم کی اور کوئی مراد ہے تو یہ سب صحیح معانی ہیں۔ اور کبھی[1] مراد ہوتی ہے فوت شدہ اور غائب (شیخ) کو پکارنا۔ تو چونکہ شیخ اس تاثیر میں مستقل نہیں یا اس فعل سے عاجز ہے اسپر قادر نہیں یا (مقصد کے) ناجائز بدعت ہونیکی وجہ سے شیخ اس پکارنے والے کی متابعت اور اُس کی ہمراہی کا قصد نہیں کرتا، لہذا یہ ان باطل معانی سے ہے (جنکی توضیح پہلے ہو چکی)

اور اسمیں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا عمل اور ایمانداروں کا ایکدوسرے کے لئے دعا کرنا دنیا اور آخرت میں نافع ہے۔ اور یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔

قطب، غوث اور اُنکے متعلق لوگوں کے مزعومات کی تردید

اور یہ جو استفتاء میں سائل نے قطب اور غوث فرد کے بارہ میں استفسار کیا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ لوگوں میں سے بہت سے فرقے اس قول کے قائل تو ہیں، لیکن اس قول کی تفسیر ایسے امور سے کرتے ہیں جو دین اسلام میں باطل محض ہیں۔ مثلاً بعض

[1] یہاں اصل کی عبارت صاف مطلب خیز نہ تھی، قرائن کی امداد سے کچھ اٹکل پچو ترجمہ کر دیا گیا۔ واللہ اعلم۔

اسکی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ غوث وہ ہے جسکے واسطہ سے خلق اللہ کو رزق ملتا ہے، اور انکی مدد سے دشمن پر نصرت حاصل ہوتی ہے یہانتک کہ فرشتوں کو اور سمندر کی مچھلیوں کو بھی اسی کے وسیلہ سے مدد ملتی ہے۔ تو یہ اس قسم کا قول ہے جیسے نصاریٰ مسیحؑ کے متعلق عقیدہ رکھتے ہیں، اور جیسے (روافض) غالیہ کا حضرت علیؓ کے متعلق اعتقاد ہے، اور یہ صریح کفر ہے۔ اسکے قائل کو توبہ کیلئے کہا جائے، توبہ کرے تو بہتر، ورنہ قتل کردیا جائے، کیونکہ مخلوقات میں سے ایسا کوئی نہیں۔ نہ کوئی فرشتہ نہ کوئی بشر، جس کے وسیلہ سے خلق اللہ کو امداد ملتی ہو، اسی لئے فلاسفہ کا قول (عقول) عشرہ میں جنکو وہ ملائکہ خیال کرتے ہیں، یا نصاریٰ کا قول مسیح علیہ السلام کے بارہ میں، اور اس قسم کے اور اقوال باتفاق مسلمین کفر ہیں +

علیٰ ہذا القیاس غوث کے بارہ میں جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ زمین میں تین سو کچھ اوپر دس مرد ہیں جنکو نجبا کہتے ہیں، پھر ان میں سے ستر (۷۰) چن لئے جاتے ہیں جن کو نقبا کہتے ہیں، اور ان میں سے چالیس ابدال ہیں اور ان میں سے سات اقطاب اور ان میں سے چار اوتاد ہیں اور پھر ان میں سے ایک (برگزیدہ) ہے اور وہ غوث ہے جو مکہ میں رہتا ہے۔ جب زمین پر بسنے والوں کو رزق اور نصرت کے متعلق کوئی مصیبت یا مشکل پیش آتی ہے، تو وہ گھبرا کر حل مشکل کیلئے قسم اوّل نجبا، کی طرف رجوع کرتے ہیں جو تعداد میں کچھ اوپر تین سو دس ہیں، اور وہ نجبا ستر نقبا کی طرف، وہ چالیس ابدال کی طرف، وہ سات اقطاب کی طرف، وہ چار اوتاد کی طرف اور پھر وہ فرد واحد غوث کی طرف راجع ہوتے ہیں۔

بعض اعداد اور اسماء اور مراتب میں کچھ کمی بیشی بھی کرتے ہیں، کیونکہ اسکے متعلق انکے متعدد اقوال ہیں۔ یہانتک کہ بعض کہتے ہیں کہ غوث اور خضر وقت کے نام سے ایک سبز پرچہ آسمان پر سے مکہ معظمہ میں اترتا ہے، اور یہ خیال ان لوگوں کا ہے جنکا خضر کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ یہ ایک درجۂ ولایت ہے، انکے نزدیک ہر زمانہ میں ایک خضر ہوتا ہے، اس لئے کہ خضر کے بارہ میں ان کے دو قول ہیں، اور یہ باتیں سب کی سب باطل ہیں جنکے لئے نہ کتاب اللہ میں کوئی اصل ہے نہ سنت رسول اللہ میں اور نہ سلف صالحین میں سے کسی نے یہ کہا

نہ ائمہ دین، اور نہ متقدمین مشائخ کبار جو مقتدا بننے کی اہلیت رکھتے ہیں اُن میں سے کوئی اس کا قائل ہے۔

اور کون نہیں جانتا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم، حضرات صدیق اکبرؓ، فاروق اعظم، عثمان ذوالنورین اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہم بہترین خلائق تھے، اور سب کا مدینہ میں قیام رہا، مکہ میں کوئی ان میں کا نہیں رہا۔ (تو ان کا قول باطل ہو گیا، کہ غوث فرد مکہ میں مقیم ہوتا ہے)

بعض لوگوں نے ہلال، مغیرہ بن شعبہ کے غلام کے بارہ میں ایک حدیث بیان کی ہے، کہ وہ سات میں سے ایک تھے، لیکن وہ حدیث باتفاق ماہرین فن حدیث باطل ہے، اگرچہ اس قسم کی بعض احادیث کو ابو نعیمؒ نے حلیۃ الاولیاء میں اور شیخ ابو عبد الرحمٰن السلمیؒ نے اپنی بعض تصانیف میں روایت کیا ہے، ان سے مغالطہ نہیں کھانا چاہیئے۔ کیونکہ ان میں صحیح حدیثیں بھی ہیں اور حسن بھی، ضعیف بھی ہیں اور موضوع و مکذوب بھی، جن کے موضوع ہونے میں علماء حدیث میں سے کسی کو خلاف نہیں۔ اور وہ بعض اوقات ان اہل حدیث کی عادت کے مطابق روایت کرتا ہے جنکی عادت ہے کہ جو سنا لکھدیا، اور صحیح و باطل میں کچھ تمیز نہیں کرتے، اور محققین محدثین کا دستور یہ تھا کہ وہ اس قسم کی احادیث کو نہیں روایت کرتے تھے، کیونکہ صحیح بخاریؒ میں نبی صلعم کا فرمان موجود ہے کہ جو شخص کسی ایسی حدیث کو روایت کردے جنکی نسبت اُسے ظن ہو کہ وہ کذب ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے (من حدث عنی بحدیث وهو یری انہ کذب فهو احد الکاذبین)

نیز مسلمان جانتے ہیں کہ تمام نوازل و وقائع میں خواہ مرغوب چیز کے طلب کرنے کیلئے یا مرہوب چیز کے رفع کیلئے دعا کی ضرورت ہو، مثلاً استسقاء میں نزول رزق کے لئے یا کسوف و خسوف اور دیگر حوادث میں رفع بلا کیلئے دعا کرنی پڑے۔ تو مسلمان صرف اللہ واحد لا شریک سے دعا کرتے ہیں، کسی چیز کو اسکا شریک نہیں بناتے۔

اور مسلم کیلئے یہ ہرگز جائز نہیں کہ اپنی حاجات میں غیر اللہ کا واسطہ تلاش کرے اور توحید و اسلام لانیکے کے بعد بھی یہ خیال رکھے کہ بجز کسی خاص واسطہ کے جسکی کتاب و سنت میں کوئی

دلیل نہیں، اسکی دعا قبول نہیں ہوتی۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

(۱) وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ۔ (یونس)

جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں کروٹ لئے ہوئے، کھڑے اور بیٹھے ہر حالت میں پکارتا ہے لیکن جب ہم تکلیف دور کر دیتے ہیں تو اس طرح دوڑ جاتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے اسے کوئی تکلیف پہنچی ہی نہ تھی۔

(۲) وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِى الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِيَّاهُ۔ (بنی اسرائیل)

جب سمندر کے اندر تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو جن کو تم خدا کے سوا پکارتے ہو اس وقت وہاں کوئی بھی موجود نہیں ہوتا۔

(۳) قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰٮكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ۔ (انعام)

لوگو، بتلاؤ کہ اگر تم عذاب الٰہی آجائے یا قیامت بپا ہو جائے کیا اسوقت بھی اگر تم سچے ہو تو بجز خدا کے اور لوگوں کو بلاؤ گے؟ نہیں نہیں بلکہ اسوقت صرف خدا ہی کو پکارو گے، وہی اگر چاہے تو تمہاری پکار قبول کر کے مصیبت ٹال دے، اسوقت تم تمام شریکوں کو بھول جاتے ہو۔

(۴) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ۔ فَلَوْلَاۤ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ (انعام)

اور اے پیغمبر تم سے پہلے جو امتیں ہو گزری ہیں ہم انکی طرف بھی پیغمبر بھیج چکے ہیں، پھر جب انہوں نے ان کا کہنا نہ مانا ہم نے انکو سختی اور تکلیف میں مبتلا کر دیا تاکہ وہ پھر تو ہماری طرف زاری کریں۔ تو جب ان پر ہمارا عذاب آیا تھا کیوں نہیں گڑگڑائے اسلئے کہ انکے دل سخت ہو گئے تھے، اور جو اعمال بد کرتے تھے شیطان نے انہیں انکی نظروں میں آراستہ کر دیا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کیلئے استسقاء کی دعا کی، کبھی نماز پڑھ کر اور کبھی بغیر نماز کے۔ اور نماز استسقاء اور صلوٰۃ کسوف میں آپ نے امامت کی، اور مشرکین پر فتح پانے کیلئے نماز میں قنوت پڑھا کرتے تھے۔ اور اسیطرح آپ کے بعد خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم

رجلا قید احترازی نہین ہے یہ کچھہ مصنف کو مفید اور ہمکو مضر نہین اس لئے کہ اگر ہم یہ تسلیم بہی کرلین کہ رجلا قید
احترازی نہین ہے تو آیت کے یہ معنی ہونگے کہ اگر ہم اوسکو ملک بناتے تو کوئی اور مخلوق بناتے یعنی فرشتے کی
اصلی صورت پر نہ بناتے غرض خواہ رجلا کو قید احترازی مانو خواہ اتفاقی دونو صورتون مین مطلب مصنف کا
اوسوقت ثابت ہوگا جب اس آیت کے ساتھہ یہ مقدمہ بہی ملایا جاوے کہ پیغمبر بنانے کی تقدیر پر ملک کو رجل
اسواسطے بنایا جاتا کہ ملائکہ نہ محسوس ہوتے ہین نہ مجسم ہین نہ قایم بالذات ہین اور یہی ہین دعوے مصنف کا ہے
اور جو دلیل اس دعوے کے ثابت کرنے کے لئے قایم کی گئی اوسکا بہی جز یہی ہوا تو مصادرہ علی المطلوب ہوگیا
اور یہ جو لکہا کہ مختلف قسم قوی خدا نے تمام مخلوقات مین پیدا کئے ہین جیسے پہاڑونکی صلابت پانی کی رقت
درختونکی قوت نمو برق کی قوت جذب و دفع یہی ملائکہ ہین یہ نہایت عجیب بات ہے اس لئے کہ ان قوے پر
یہ صفتین جو ملائکہ کی قرآن سے ثابت ہوئین کیونکر صادق آوینگی جن کا ہم کچھہ اول ذکر کر چکے ہین کہ اون کے
دو یا تین یا چار بازو ہین اور وہ حضرت مریم کے پاس آدمی کی صورت بنکر گئے اور اون مین سے کبہی تین ہزار کبہی
پانچہزار جہاد کے وقت مسلمانونکی مدد کے لئے کافرونسے لڑنے کو آئے اور اونکی گردنونپر اور ہر پور پور پر ضرب
ماری یہ تمام صفتین پہاڑونکی صلابت پانی کی رقت وغیرہ قوتون پر ہرگز صادق نہین آتین اسکے علاوہ اللہ تعالے
سورہ سبا مین فرماتا ہے ویوم یحشرہم جمیعا ثم یقول للملائکۃ اہؤلاء ایاکم کانوا یعبدون یعنے اور جس دن اونہا ویگا
سب کو پہر فرماویگا واسطے ملائکہ کے کیا یہی لوگ ہین کہ تمکو پوجتے تہے۔ تو قیامت کے روز یہ خطاب کن ملائکہ
سے ہوگا اگر انہین قوتون سے ہوگا تو ان کی کفار ہرگز عبادت نہین کرتے تہے بلکہ ضرور ہے کہ اونہین ملائکہ سے
جن کی کفار عبادت کرتے تہے پس ثابت ہوا کہ اونکا وجود صرف خیالی اور فرضی نہین بلکہ واقعی ہے۔ اور
اللہ تعالے سورہ زخرف مین کافرونکے رد کے لئے فرماتا ہے وجعلوا الملائکۃ الذین ہم عباد الرحمن اناثا اور کیا انہون
نے اون ملائکہ کو جو وہ اللہ کے بندے ہین عورتین۔ اب ہم کہتے ہین کہ کفار جن ملائکہ کو عورتین بتلاتے تہے
وہ ہرگز یہ قوتین نہ تہین اور اونہین کا وجود خود خدا نے بیان کیا اور اونکو عباد الرحمن بتلایا علاوہ اس کے
عبد کا لفظ بہی بجز ذوی حیات اور قایم بالذات کے اور کسی پر قرآن مین اطلاق نہین ہوا نہ عرب کے محاورہ مین
بولا جاتا ہے۔ اور نیز اللہ تعالے نے سورۂ نبا مین فرماتا ہے۔ یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا لا یتکلمون الا من
اذن لہ الرحمن وقال صوابا۔ یعنی جس روز کہڑے ہونگے جبریل اور فرشتے صف باندہ کر نہ کلام کرینگے مگر وہ شخص

کہ اذن دے واسطے اوس کے اللہ اور کہے ٹھیک بات ۔ پس قیامت کے روز جو ملائکہ صفین باندہ کر کہڑے
ہونگے کیا وہ بہی پانی کی رقت اور پتھر کی سختی اور برق کی قوت اور درختونکا نمو ہوگا کیا انہین مین سے
بعض کو خدا تعالے کلام کی اجازت دے گا یہ صفات ان قوتون پر کسی طرح صادق نہین ہوتین پس
ضرور ہے کہ یہ ملائکہ وہی ہونگے جن کے مسلمان معتقد ہین ۔ اور اللہ تعالے سورہ نسا مین فرماتا ہے
لن یستنکف المسیح ان یکون عبداللہ ولا الملئکۃ المقربون ۔ یعنی ہرگز انکار نہ کرے گا مسیح اس سے کہ ہو
بندہ واسطے اللہ کے اور نہ فرشتے مقرب ۔ ہرگز سمجھ مین نہین آتا کہ ان قوتون کی نسبت خدا نے کہا ہو
کہ خدا کے بندہ ہونے سے انکار نہ کرین گی علاوہ اس کے ان قوتون کی نسبت کسی کا یہ اعتقاد بہی نہین ہو سکتا
کہ یہ خدا کے بندے نہین جس کے رد کے واسطے اللہ تعالے نے یہ فرمایا اور قطع نظر اس کے عبد کا
لفظ اور نیز مقرب کا لفظ بجز ذی حیات قایم بالذات کے اور کسی پر قرآن مین اطلاق نہین ہوا نہ محاورہ عرب
مین مستعمل ہوتا ہے ۔ اور فرمایا اللہ تعالے نے سورہ بقر مین اولئک علیہم لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین
یعنی یہ لوگ اون پر لعنت ہے اللہ کی اور ملائکہ کی اور سب آدمیون کی ۔ اب یہان ہرگز یہ مراد نہین ہو سکتی
کہ پانی کی رقت اور پہاڑ کی سختی اور درختونکا نمو لعنت کرتا ہے یا جہان خدا نے یہ کہا ہے کہ ان اللہ
و ملائکتہ یصلون علی النبی ۔ وہان یہ مطلب کسی طرح صادق نہین آتا کہ یہ ساری قوتین درود بہیجتی
ہین ۔ پہر ایمان بالملائکہ اجزاے ایمان مین شامل ہے ۔ اور قرآن مین جابجا اوسکا ذکر ہے قال اللہ تعالے
من آمن باللہ والیوم الآخر والملائکۃ والکتاب والنبیین ۔ یعنی جو ایمان لایا اللہ پر اور قیامت کے دن پر
اور ملائکہ پر اور پیغمبرون پر ۔ تو کیا انہین مختلف قوتون پر ایمان لانے کا حکم ہے پانی کی رقت اور پہاڑونکی
سختی اور برق کی قوت جذب و دفع اور درختونکی نمو کو سب جانتے ہین کوئی منکر نہین اور ہرگز سمجھ مین نہین آتا کہ
ان چیزون پر ایمان لانے کا خدا نے حکم کیا ہو ۔ پہر فرمایا اللہ تعالے نے وقالوا اتخذ الرحمن ولدا سبحانہ
بل عباد مکرمون لا یسبقونہ بالقول وہم بامرہ یعملون انتہی یعنی کہا کافرون نے کہ خدا نے بیٹا بنا لیا ہے حالانکہ
وہ اوس سے پاک ہے بلکہ وہ معزز بندے ہین خدا کے آگے بڑہکر بات نہین کہتے ۔ یہ تو ظاہر ہے کہ پانی کی
رقت اور درخت کی نمو کو کفار ہرگز خدا کی اولاد نہین سمجھتے تہے بلکہ وہ جنکو ملائکہ جانتے تہے اونہین کو خدا کا
بیٹا بتاتے تہے اونکے وجود کو اس آیت مین خدا نے ثابت کیا اور اون کو معزز بندے فرمایا علاوہ اس کے

اور مشائخ کبار کا طرز عمل یہی رہا۔ اور وہ علی الدوام اسی پر کاربند رہے۔

اسلئے کہا گیا ہے کہ تین چیزوں کی کوئی اصل نہیں: (۱) باب نصیریہ، (۲) منتظر روافض، اور (۳) غوث جہال۔ لیکن فرقہ نصیریہ "باب" کے متعلق دعوی کرتے ہیں کہ باب وہ ہے جس سے قیام عالم ہے۔ اور اسمیں شک نہیں کہ وہ ذات تو موجود ہے لیکن نصیریہ کا دعوی اس کے متعلق باطل ہے۔ اور محمد بن حسن رض "المنتظر" اور غوث مقیم مکہ وغیرہ تو ایسی باطل چیزیں ہیں، جن کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں۔ اور اسی طرح یہ جو بعض کہتے ہیں کہ "قطب، غوث جامع تمام اولیاء کو جانتا اور انکی مدد کرتا ہے" بالکل بے بنیاد ہے، کیونکہ خود صدیق رض اور فاروق رض تمام اولیاء کو نہیں جانتے تھے نہ انکی مدد کرتے تھے۔

پھر ان افترا پردازوں، گمراہوں اور کذابوں کا خیال کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ اور آنحضرت صلعم جملہ بنی نوع انسان کے سردار ہیں، اور آپ نے امت کے جن افراد کو دنیا میں نہیں دیکھا، قیامت کو وضو کے علامات سے پہچانینگے، اور وہ نشان غرۃ اور تحجیل ہے اور اولیاء اللہ تو بیشمار ہیں، جنکی تعداد اور گنتی بجز خداوند علیم کے کوئی نہیں جانتا صرف انبیاء علیہم السلام جن کے آنحضرت صلعم سردار اور خطیب ہیں، ان سبھی اکثر کو آپ نہیں جانتے، جیسا کہ خداوند تعالی نے خبر دی ہے؛

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ (مومن)	اے پیغمبر بیشک ہم نے آپسے پہلے بہت پیغمبر بھیجے جن میں سے بعض کا ذکر تم سے کیا گیا، مگر بعض ایسے بھی ہیں جن کا حال آپ کو نہیں بتایا گیا،

اور موسی علیہ السلام خضر ع سے ناواقف اور خضر ع موسی علیہ السلام سے ناآشنا تھے، بلکہ جب موسی علیہ السلام نے خضر ع کو سلام کہا، تو خضر ع نے کہا "یہاں سلام کہاں سے آگیا؟" تو موسی ع نے جواب دیا "میں موسی ع ہوں" خضر ع نے کہا "کہ بنی اسرائیل کا موسی ع؟" کہا "ہاں!" حالانکہ اُن کے نام اور حالات سے خضر ع کو اطلاع ہو چکی تھی۔ لیکن خضر ع نے ان کو دیکھا ہوا نہیں تھا۔

خضرؑ زندہ نہیں زمانۂ اسلام سے پہلے فوت ہو گئے[4]

اور جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ خضر نقیب اولیاء ہیں، اور تمام اولیاء سے واقف ہیں، تو یہ بے اصل ہے، اور صحیح وہی ہے جو محققین نے کہا کہ تو وہ زمانۂ اسلام سے پہلے انتقال کر چکے تھے۔ کیونکہ اگر وہ عہد رسالتمآب صلعم میں زندہ ہوتے تو ان کا فرض تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے، اور آپ کی معیت میں جہاد کرتے، جو اللہ تعالےٰ نے اُن پر اور تمام دنیاوالوں پر واجب کر دیا ہے؛ اور چاہیئے تھا کہ وہ آپ کے حضور میں مکہ و مدینہ میں موجود رہتے، اور ان صحابہؓ کے ساتھ شریکِ جہاد ہوتا، اور دین کے متعلق ان کی اعانت کرنا اُن کیلئے اس سے بدرجہا بہتر تھا کہ وہ کفار میں رہ کر کشتی کے بچانے کا کام کرتے۔ اور جب مشرکین میں رہ کر اُن سے روپوش نہیں رہے تو بہترین اُمت سے کیونکر مخفی رہ سکتے تھے۔

نیز مسلمانوں کو دینی و دنیوی معاملات میں اسکی اور اس قسم کے دوسرے اشخاص کی ضرورت ہی کیا ہے، کیونکہ دین تو نبی امی صلعم کے ذریعے پہنچ چکا، اور آپ نے کتاب و حکمت سے پورا آشنا کر دیا، اور فرمایا:

لَوْ كَانَ مُوسٰى حَيًّا ثُمَّ اتَّبَعْتُمُوْهُ وَتَرَكْتُمُوْنِيْ لَضَلَلْتُمْ۔	اگر موسیٰ علیہ السلام اِسوقت زندہ ہوتے اور تم مجھے چھوڑ ان کا اتباع کرتے تو تم ضرور گمراہ ہو جاتے۔

اور جب عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول ہو گا، تو وہ اسی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم کے مطابق فیصلہ کرینگے۔ پھر اس رحمت کی موجودگی میں مسلمانوں کو خضر وغیرہ کی کی کیا ضرورت ہے؟

اور آنحضرت صلعم نے اُمت کو عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

کیف تھلک امۃ انا اولھا وعیسیٰ فی اٰخرھا" (وہ اُمت کیونکر ہلاک ہو سکتی ہے جسکے ابتدا میں مَیں ہوں اور اسکے آخر میں عیسیٰ علیہ السلام ہونگے) پس جب یہ دو بزرگ نبی جو ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور نوحؑ کی طرح اولوالعزم اور افضل الرسل ہیں، اور خصوصاً سید ولد آدم

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت کے خواص و عوام سے چھپ کر نہ رہے، تو حضرت خضر جو کسی طرح بھی آپ کے ہم پایہ اور ہم رتبہ نہیں، کیونکر محجوب رہتے؟

اگر حضرت خضرؑ کو حیاتِ جاوید حاصل ہے، تو کیا وجہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے اُسکا ذکر تک نہیں کیا، نہ امت کو اور نہ ہی خلفاء راشدین کو اُسکے متعلق خبر دی۔

اور جو یہ کہتا ہے کہ خضرؑ نقیب اولیاء ہیں۔ اس سے پوچھنا چاہئے کہ نقیب ان کو کس نے بنایا؟ حالانکہ بہترین اولیاء اللہ تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں اور خضرؑ تو ان میں سے ہیں نہیں۔

حضرت خضرؑ کے متعلق جتنی روایات و حکایات منقول ہیں وہ محض کذب ہیں اور بعض ایسی ہیں جو لوگوں کے ظن اور تخمین پر مبنی ہیں۔ مثلاً کسی نے دور سے کسی شخص کو دیکھا، اور خیال باندھ لیا کہ وہ خضر ہے۔ اور یہی لوگوں سے کہدیا۔ یا جس طرح روافض کبھی کسی شخص کو دیکھ کر گمان کر لیتے ہیں کہ وہ امام منتظر معصوم ہے، یا یوں ہی اس امر کا دعویٰ کر لیتے ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ سے روایت ہے کہ جب کسی نے ان سے خضر کا ذکر کیا تو فرمایا "جس نے تجھے غائب کا حوالہ دیا اُس نے تیرے ساتھ انصاف نہیں کیا" اور یہ شیطانی وساوس ہیں جس نے ایسی خرافات لوگوں کی زبانوں پر جاری کر دیں۔ اسکے متعلق شرح و بسط کے ساتھ ہم نے کسی اور مقام میں بحث کی ہے۔

اور قطب اور غوث فرد جامع کے قائل کی اگر یہ مراد ہے کہ امت میں ایک مرد ہوتا ہے جو تمام اہل زمانہ سے افضل ہوتا ہے، تو یہ ممکن ہے۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ ایسے دو شخص ہوں یا تین یا چار ہوں، جو فضیلت میں ایک دوسرے کے مساوی ہوں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک جماعت ہو کہ اُسکے افراد آپسمیں ایک دوسرے پر من بعض الوجوہ فضیلت رکھتے ہوں، اور وہ وجوہ یا متقارب ہونگی یا متساوی۔ پھر جس صورت میں ایک رجل موجود ہو جو کل اہلِ زمانہ سے افضل ہے تو اُسکا نام قطب، غوث جامع رکھنا بدعت ہے جسکی اللہ نے کوئی سند نہیں نازل کی، اور نہ سلف صالحین اور ائمۂ سلف نے یہ الفاظ

زبان سے نکالے ہیں۔ اور سلف میں یہ بات تو ہمیشہ رہی ہے کہ بعض بزرگوں کو افضل اہل زمان یا منجملہ افضل اہلِ زمان گمان کرتے تھے، لیکن ان اسماء کا اطلاق نہیں کرتے تھے، جنکی اللہ نے کوئی سند نہیں بھیجی،

خصوصیت کے ساتھ یہ بات قابلِ غور ہے کہ جو لوگ اس اسم پر ایمان رکھتے ہیں اُن میں سے بعض کا دعویٰ ہے کہ اقطاب کا سلسلہ اسیطرح شروع ہوتا ہے کہ پہلے قطب (امام) حسن بن علی بن ابی طالب ہیں رضی اللہ عنہما۔ پھر اسیطرح یہ سلسلہ نیچے کو چلتا ہوا بعض مشائخ متاخرین تک پہنچ جاتا ہے۔ تو یہ خیال نہ اہل سنت کے مذہب کے مطابق صحیح ہو سکتا ہے نہ روافض کے مذہب کے مطابق۔ بھلا حضرات ابو بکر صدیقؓ، عمر فاروق، عثمان (ذوالنورین) اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب اور مہاجرین و انصار میں سے سابقون الاوّلون رضی اللہ عنہم اجمعین کہاں چلے گئے، جن کا اس سلسلہ میں ذکر تک نہیں آتا۔ حالانکہ حضرت حسنؓ آنحضرت صلعم کی وفات کے وقت بمشکل سن تمیز اور بلوغ کے قریب پہنچے تھے۔

اور بعض اکابر مشائخ جو اس مذہب کے گردیدہ تھے انکا قول (میرے سامنے) اس طرح نقل کیا گیا کہ "قطب فرد جامع ایسا ہوتا ہے کہ اسکا علم اللہ جلشانہ کے علم پر منطبق ہوتا ہے۔ اور اسکی قدرت اللہ کی قدرت پر منطبق ہوتی ہے۔ پس جو کچھ اللہ کے علم میں ہے، وہ فرد بھی اسکو جانتا ہے، اور جس چیز پر اللہ تعالیٰ کو قدرت حاصل ہے وہ بھی اس پر قادر ہے" اور اسکے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ باتیں موجود تھیں پھر آپ سے یہ صفت منتقل ہو کر حضرت حسنؓ کو پہنچی، پھر اس طرح سلسلہ وار اُسکے شیخ تک پہنچی! تو میں نے جواب میں صاف بیان کیا کہ یہ عقیدہ کفر صریح اور جہل قبیح ہے! اوروں کا تو ذکر ہی چھوڑو، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس قسم کا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔ جیسا کہ ارشاد باریتعالیٰ ہے:

(۱) قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ

اے پیغمبرؐ انکو کہدو کہ میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور یہ بھی نہیں کہ میں عالم الغیب ہوں اور یہ بھی

اِنِّیْ مَلَكٌ - (ہود)

نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں

(۲) قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ (اعراف)

اے پیغمبر بتا دو کہ میں اپنے نفس کیلئے بھی نفع یا نقصان کی قدرت نہیں رکھتا، مگر جو اللہ چاہے، اور اگر میں غیب کی باتوں کو جانتا ہوتا تو بہت سی بھلائی حاصل کرتا اور مجھے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچ سکتی۔

(۳) یَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا - (آل عمران)

اے پیغمبر یہ اپنے جی میں کہتے ہیں کہ ہمارے اختیار میں کچھ ہوتا تو ہم یہاں مارے نہ جاتے (مگر تم کو پتہ نہیں)

(۴) یَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ - (آل عمران)

اور کہتے ہیں کہ ہمارے بس میں کیا رکھا گیا ہے تو تم اے پیغمبر کہدو سب کام اللہ کے اختیار میں ہے

(۵) لِیَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ یَكْبِتَهُمْ فَیَنْقَلِبُوْا خَآىِٕبِیْنَ - لَیْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ اَوْ یُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ -

(آل عمران)

اور اسلئے تمہاری مدد کی کہ کافروں کو کچھ کم کرے یا ایسا ذلیل کرے کہ نامراد ہو کر واپس چلے جائیں۔ اے پیغمبر تمہارا کچھ اختیار نہیں۔ چاہے خدا انکی توبہ قبول کرے یا ان کو عذاب کرے بہ سبب ان کی زیادتیوں کے۔

(۶) اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ - (قصص)

اے پیغمبر تو جس کے ساتھ محبت رکھتا ہو اُسے ہدایت کرنی تیرے اختیار میں نہیں ہے بلکہ اللہ جسے چاہے ہدایت کرتا ہے اور وہی ہدایت والوں کو جانتا پہچانتا بھی ہے۔

(پس یہ عموم علم اور عموم قدرت کا اعتقاد تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی جائز نہیں، ہاں) اللہ تعالیٰ نے ہمیں آنحضرت صلعم کی اطاعت کا حکم دیا ہے چنانچہ فرمایا:

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ -

جسنے رسول صلعم کی اطاعت کی گویا اُسنے اللہ کی اطاعت کی

اور ہمیں حکم دیا کہ آپکی پیروی کریں۔ فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ - (آل عمران)

اے پیغمبر ان کو کہدو کہ اگر اللہ سے دوستی لگانا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو تو پھر تم کو اللہ دوست بنا لیگا۔

اور ہمیں حکم دیا کہ آپ کی تقویت و نصرت کریں اور عزت و احترام کریں اور ہمارے ذمے آپکے بہت سے حقوق لازم کئے، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے اور سنت نبوی میں انکی توضیح ہے، یہانتک کہ ہم پر واجب کر دیا کہ آپ ہمارے نزدیک ہمارے نفسوں اور اہل و عیال سے بھی زیادہ محبوب اور پیارے ہوں چنانچہ فرمایا:

(۱) اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ احزاب

مومنین کیلئے ان کے نفسوں سے بھی نبی صلعم زیادہ قریب ہیں۔

(۲) قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ۔ (توبہ)

اے پیغمبر، ان سے کہدو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہاری بیویاں اور تمہارا قبیلہ اور کنبہ اور تمہارا مال جو تم نے کمایا اور تمہارا بیوپار جسکے بند ہوجانے سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے گھر جنہیں تم پسند کرتے ہو، تم کو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلعم اور اللہ کے رستے میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہیں، تو اللہ کے عذاب کا خیال رکھو۔

(۳) اور حدیث میں ہے:

والذی نفسی بیدہ لا یؤمن احد کم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، تم میں سے کوئی مومن نہیں بن سکتا یہانتک کہ مجھے اپنے بیٹے، باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ رکھے

(۴) حضرت عمرؓ نے عرض کی:

یا رسول اللہ، لانت احب الی من کل شیئ الا من نفسی، فقال لا یا عمر حتی اکون احب الیک من نفسک قال فلانت احب الی من نفسی قال الآن یا عمر۔

یا رسول اللہ، آپ مجھے ہر ایک چیز سے محبوب ہیں مگر میری اپنی جان سے نہیں، تو آنحضرتؐ نے فرمایا: اے عمر، جبتک تو مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ سمجھیگا تب تک کامل مومن نہ ہو سکیگا، تو عمرؓ نے عرض کی "یا رسول اللہ، اب میں نے آپ کو اپنی جان سے بھی زیادہ پیارا سمجھ لیا"، تو حضورؐ نے فرمایا

اے عمر، اب (تو کامل مومن بن گیا)

(۵) دوسری حدیث میں ہے:

ثلث من کن فیہ وجد بھن حلاوۃ الایمان، من کان اللہ و رسولہ احب الیہ مما سواھما و من کان یحب المرء لا یحبہ الا للہ و من کان یکرہ ان یرجع فی الکفر بعد اذ انقذہ اللہ منہ کما یکرہ ان یلقی فی النار۔

جس شخص میں یہ تین باتیں ہوں اسنے ایمان کا حظ اٹھایا (۱) یہ کہ سب چیزوں سے زیادہ اللہ اور اسکے رسول کی محبت رکھے، (۲) اگر کسی شخص سے محبت کرے تو محض اللہ کرے، (۳) یہ کہ ایمان لاکر پھر کفر کی طرف جانیکو ایسا برا سمجھے جیسے آگ میں گھسنے کو برا جانتا ہے۔

خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنے حقوق بھی بیان فرمائے جن کا کوئی اور حقدار نہیں، اور اپنے رسول صلعم کے حقوق بھی بتلا دئے، اور مومنین کے ایکدوسرے پر جو حقوق ہیں انکا بھی ذکر فرما دیا، جنکی تفصیل شرح و بسط کے ساتھ کسی اور مقام میں کی ہے۔ مثال کے طور پر:

(۱) وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔ (نور)

جسنے تابعداری کی اللہ اور اسکے رسول کی اور ڈرا اور تقویٰ رکھا خدا سے پس وہی مراد پانے والا ہے۔

پس اطاعت تو اللہ اور رسول دونوں کی ہے لیکن ڈر اور تقویٰ صرف اللہ کا حق ہے۔

(۲) وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ، وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ۔ (توبہ)

اگر وہ اس چیز سے راضی ہوتے جو انکو اللہ اور اسکے رسول نے دی اور کہتے کافی ہے ہم کو اللہ، شتاب دیدیگا ہم کو اپنے فضل سے اور رسول اس کا، بیشک ہماری رغبت صرف اللہ ہی کی طرف ہے

پس دینا، عطا کرنا اللہ اور رسول دونوں کی شان ہے، لیکن رغبت (اور دعا کرنا) صرف اللہ سے جائز ہے۔ اور فرمایا:

(۳) مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ (حشر)

جو کچھ نبی صلعم تم کو دیں اسے مضبوط پکڑ لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔

کیونکہ حلال وہ ہے جسکو اللہ اور رسول حلال کریں اور حرام وہ ہے جسکو اللہ اور رسول حرام ٹھیرائیں، لیکن تحسب (کفایت کنندہ مہمات اعتقاد کرنا) اللہ وحدہ کیلئے خاص ہے

چنانچہ فرمایا: وَ قَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ (ہمیں اللہ کافی ہے) یہ نہیں فرمایا "حسبنا الله ورسولہٗ" دوسری جگہ فرمایا:

(۳) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (انفال) | اے پیغمبر، تجھ کو اور جن مومنین نے تیری تابعداری کی۔ سب کو ایک اللہ ہی کفایت کرتا ہے۔

اس آیت کی صحیح تفسیر یقیناً یہی ہے (وہ غلط ہے جو بعض نے کہا "تجھے اللہ اور تیری پیروی کرنیوالے مومن کافی ہیں۔ معاذاللہ)

یہی وجہ تھی کہ ابراہیم خلیل اللہ اور جناب محمد علیہما الصّلوٰۃ والسّلام کا کلمہ یہ تھا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيلُ۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم واحکم۔ وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد و علیٰ آلہ وصحبہ وسلم

متن رسالۂ

زیارۃ القبور والاستنجاد بالمقبور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سئل شیخ الاسلام تقی الدین ابو العباس احمد بن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ ماتقول السادۃ العلماء ائمۃ الدین وعلماء المسلمین رضوان اللہ علیھم اجمعین۔

فی من یزور القبور ویستنجد بالمقبور فی مرض بہ او بفرسہ او بعیرہ یطلب ازالۃ المرض الذی بھم ویقول یا سیدی انا فی جیرتک انا فی حسبک فلان ظلمنی فلان قصد اذیتی ویقول ان المقبور یکون واسطۃ بینہ و بین اللہ تعالیٰ۔ و فی من ینذر للمساجد والزوایا والمشائخ حیھم ومیتھم بالدراھم والابل والغنم والشمع والزیت وغیر ذلک یقول ان سلم ولدی فللشیخ علی کذا او کذا وامثال ذلک۔ وفی من یستغیث بشیخہ یطلب تثبیت قلبہ من ذلک الواقع۔ وفی من یجئ الی شیخہ ویستلم القبر ویمرغ وجہہ علیہ ویمسح القبر بیدیہ ویمسح بھما وجہہ وامثال ذلک۔ وفی من یقصدہ بحاجتہ ویقول یا فلان ببرکتک او یقول قضیت حاجتی ببرکۃ اللہ وبرکۃ الشیخ۔ وفی من یعمل السماع ویجئ الی القبر فیکشف ویحط وجہہ بین یدی شیخہ علی الارض ساجداً۔ وفی من قال ان ثم قطبا غوثا جامعا فی الوجود؟ افتونا ماجورین وابسطوا القول فی ذلک۔

اجاب۔ الحمد للہ رب العالمین۔ الذی بعث اللہ بہ رسلہ وانزل بہ کتبہ ھو عبادۃ اللہ وحدہ لاشریک لہ واستعانتہ والتوکل علیہ ودعاءہ لجلب

المنافع و دفع المضار کما قال اللہ تعالیٰ: تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ. إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ. أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى. إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيمَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ. وقال اللہ تعالیٰ: وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا. وقال تعالیٰ: قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ. وقال تعالیٰ: قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا. أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَى رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا. قالت طائفة من السلف کان اقوام یدعون المسیح وعزیرا والملئکۃ قال اللہ تعالیٰ ھؤلاء الذین تدعونہم عبادی کما انتم عبادی ویرجون رحمتی کما ترجون رحمتی ویخافون عذابی کما تخافون عذابی ویتقربون الیّ کما تتقربون الیّ فاذا کان ھذا حال من یدعوا الانبیاء والملئکۃ فکیف بمن دونہم؟ وقال تعالیٰ: أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِنْ دُونِي أَوْلِيَاءَ إِنَّا أَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ نُزُلًا. وقال تعالیٰ: قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ. وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ. فبین سبحانہ ان من دعا من دون اللہ من جمیع المخلوقات من الملئکۃ والبشر وغیرہم انہم لا یملکون مثقال ذرۃ فی ملکہ وانہ لیس لہ شریک فی ملکہ بل ھو سبحانہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیئ قدیر وانہ لیس لہ عون یعاونہ کما یکون للملک اعوان وظھراء وان الشفعاء عندہ لا یشفعون الا لمن ارتضی فبینتفی بذلک وجوہ الشرک وذلک ان من یدعون من دونہ اما ان یکون مالکا واما ان لا یکون واذا لم یکن شریکا فاما ان یکون معاونا واما ان یکون سائلا

طالباً فالاقسام الاول الثلاثة منتفیة۔ واما الرابع فلا یکون الا من بعد اذنه کما قال تعالیٰ: مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ۔ وکما قال تعالیٰ: وَکَمْ مِّنْ مَّلَکٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِیْ شَفَاعَتُھُمْ شَیْئًا اِلَّا مِنْ بَعْدِ اَنْ یَّاْذَنَ اللّٰہُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَرْضٰی۔ وقال تعالیٰ: اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ شُفَعَآءَ، قُلْ اَوَلَوْ کَانُوْا لَا یَمْلِکُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَعْقِلُوْنَ، قُلْ لِّلّٰہِ الشَّفَاعَۃُ جَمِیْعًا لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ وقال تعالیٰ: اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ، مَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ، اَفَلَا تَتَذَکَّرُوْنَ۔ وقال تعالیٰ: وَاَنْذِرْ بِہِ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْ یُّحْشَرُوْا اِلٰی رَبِّھِمْ لَیْسَ لَھُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ وَلِیٌّ وَّلَا شَفِیْعٌ لَّعَلَّھُمْ یَتَّقُوْنَ۔ وقال تعالیٰ: مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَہُ اللّٰہُ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّۃَ ثُمَّ یَقُوْلَ لِلنَّاسِ کُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلٰکِنْ کُوْنُوْا رَبّٰنِیّٖنَ بِمَا کُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْکِتٰبَ وَبِمَا کُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ، وَلَا یَاْمُرَکُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِکَۃَ وَالنَّبِیّٖنَ اَرْبَابًا، اَیَاْمُرُکُمْ بِالْکُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ فاذا جعل من اتخذ الملائکة والنبیین ارباباً کافراً فکیف من اتخذ من دونهم من المشائخ وغیرهم ارباباً۔

وتفصیل القول ان مطلوب العبد ان کان من الامور التی لا یقدر علیها الا الله تعالیٰ مثل ان یطلب شفاء مرضه من الآدمیین والبهائم او وفاء دینه

له یظهر ان فی عبارة التقسیم تحریفا ولکن المعنی المراد ظاهر وهو ان من یدعی ویستغاث به من دون الله الذی اوجب توحیده فی الدعاء لانه مخ العبادة۔ لا یجوز ان یکون مالکا لامر العباد بالاستقلال ولا ان یکون شریکا لمالک الملک سبحانه ولا ان یکون معاونا ومساعدا له علی ما یطلب منه عبادة فلم یبق الا امر رابع وهو ان یکون سائلا داعیا لانه عبد الله لا فرق بینه وبین سائر العباد الا فی کمال العبودیة وفیه التفصیل الذی ذکره۔

من غير جهة معينة او عافية اهله و ما به من بلاء الدنيا والآخرة وانتصاره على عدوه وهداية قلبه وغفران ذنبه او دخوله الجنة او نجاته من النار او ان يتعلم العلم والقرآن او ان يصلح قلبه و يحسن خلقه و يزكى نفسه وامثال ذلك فهذه الامور كلها لايجوز ان تطلب الا من الله تعالى ولا يجوز ان يقول لملك ولا نبى ولا شيخ سواء كان حيا او ميتا اغفر ذنبى ولا انصرنى على عدوى ولا اشف مريضى ولا عافنى او عاف اهلى او دابتى و ما اشبه ذلك و من سأل ذلك مخلوقا كائنا من كان هو مشرك بربه من جنس المشركين الذين يعبدون الملائكة والانبياء والتماثيل التى يصورونها على صورهم ومن جنس دعاء النصارى للمسيح وامه قال الله تعالى: وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِىْ وَاُمِّىَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" الاية وقال تعالى: اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوْا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحَانَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ" واما ما يقدر عليه العبد ويجوز ان يطلب منه فى بعض الاحوال دون بعض فان مسئلة المخلوق قد تكون جائزة وقد تكون منهيا عنها قال الله تعالى: فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ، وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ" واوصى النبى صلى الله عليه وسلم ابن عباسؓ" اذا سألت فاسأل الله واذا استعنت فاستعن بالله" واوصى النبى صلى الله عليه وسلم طائفة من اصحابه ان لا يسألوا الناس شيئا فكان سوط احدهم يسقط من كفه فلا يقول لاحد ناولنى اياه وثبت فى الصحيحين انه صلى الله عليه واله وسلم قال" يدخل الجنة من امتى سبعون الفا بغير حساب وهم الذين لا يسترقون ولا يكتوون ولا يتطيرون وعلى ربهم يتوكلون" والاسترقاء طلب الرقية وهو من انواع الدعاء ومع هذا فقد ثبت عنه صلى الله عليه واله وسلم انه قال" ما من رجل يدعو لاخيه بظهر الغيب دعوة الا وكل الله بها ملكا كلما دعا لاخيه دعوة قال الملك ولك مثل ذلك" ومن المشروع فى الدعاء اجابة

غائب لغائب ولهذا امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالصلاۃ علیہ وطلبنا الوسیلۃ له واخبر بما لنا فی ذلك من الاجر اذا دعونا بذلك فقال فی الحدیث "اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول ثم صلوا علیّ فان من صلی علیّ مرۃ صلّی اللہ علیہ عشرا ثم اسألوا اللہ لی الوسیلۃ فانها درجۃ فی الجنۃ لا ینبغی ان تکون الا لعبد من عباد اللہ وارجوا ان اکون ذلك العبد فمن سأل اللہ لی الوسیلۃ حلّت له شفاعتی یوم القیامۃ" ویشرع للمسلم ان یطلب الدعاء ممن هو فوقه وممن هو دونه فقد روی طلب الدعاء من الاعلی والادنی فان النبی صلی اللہ علیہ وسلّم ودع عمر الی العمرۃ وقال "لا تنسنا من دعائك یا اخی" لکن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما امرنا بالصلوۃ علیہ وطلب الوسیلۃ له ذکر ان من صلی علیہ مرۃ صلی اللہ بها علیہ عشرا وان من سأل له الوسیلۃ حلّت له شفاعته یوم القیامۃ فکان طلبه منا لمنفعتنا فی ذلك وفرق بین من طلب من غیرہ شیئا لمنفعۃ المطلوب منه ومن یسال غیرہ لحاجته الیه فقط. وثبت فی الصحیح انه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ذکر اویس القرنی وقال لعمر "ان استطعت ان یستغفر لك فافعل" وفی الصحیحین انه کان بین ابی بکر وعمر رضی اللہ عنهما شیء فقال ابو بکر لعمر استغفر لی لکن فی الحدیث ان ابا بکر ذکر انه حنق علی عمر وثبت ان اقواما کانوا یسترقون وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرقیهم وثبت فی الصحیحین ان الناس لمّا اجدبوا سألوا النبی صلی اللہ علیہ وسلّم ان یستسقی لهم فدعا اللہ لهم فسقوا وفی الصحیحین ایضا ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه استسقی بالعباس فدعا فقال اللّٰهم انا کنا اذا اجدبنا نتوسّل بنبیّنا فتسقینا وانا نتوسّل الیك بعم نبیّنا فاسقنا فسقوا. وفی الحدیث ان اعرابیا قال للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جهدت الانفس وجاع العیال وهلك المال فادع اللہ لنا فانا نستشفع باللہ علیك وبك علی اللہ فسبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حتی

عرف ذلك فی وجوه اصحابہ وقال" ویحک ان اللہ لا یستشفع بہ علی احد من خلقہ شان اللہ اعظم من ذلک" فاقرہ علی قولہ انا نستشفع بک علی اللہ وانکر علیہ نستشفع باللہ علیک لان الشافع یسأل المشفوع الیہ والعبد یسال ربہ ویستشفع الیہ والرب تعالیٰ لا یسأل العبد ولا یستشفع بہ۔

واما زیارۃ القبور المشروعۃ فھو ان یسلم علی المیت و یدعو لہ بمنزلۃ الصلوٰۃ علیٰ جنازتہ کما کان النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم یعلم اصحابہ اذا زاروا القبور ان یقولوا "سلام علیکم اھل دیار قوم مومنین وانا انشاء اللہ بکم لاحقون یرحم اللہ المستقدمین منا والمستاخرین نسال اللہ لنا ولکم العافیۃ اللّٰھم لا تحرمنا اجرھم ولا تفتنا بعدھم" وروی عن النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم انہ قال: ما من رجل یمر بقبر رجل کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا ردّ اللہ علیہ روحہ حتی یرد علیہ السلام" واللہ تعالیٰ یثیب الحی اذا دعا للمیت المؤمن کما یثیبہ اذا صلی علی جنازتہ ولھذا نھی النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان یفعل ذلک بالمنافقین فقال عز من قائل: وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ" فلیس فی الزیارۃ الشرعیۃ حاجۃ الحی الی المیت ولا مسألتہ ولا توسلہ بہ بل فیھا منفعۃ الحی للمیت کالصلاۃ علیہ واللہ تعالیٰ یرحم ھذا بدعاء ھذا واحسانہ الیہ ویثیب ھذا علی عملہ فانہ ثبت فی الصحیح عن النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم انہ قال: اذا مات ابن ادم انقطع عملہ الا من ثلاث صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ من بعدہ او ولد صالح یدعو لہ۔

فصل۔ واما من یاتی الی قبر نبی او صالح او من یعتقد فیہ انہ قبر نبی او رجل صالح ولیس کذلک ویسالہ و یستنجدہ فھذا علی ثلاث درجات احداھا ان یسالہ حاجتہ مثل ان یسالہ ان یزیل مرضہ او مرض دوابہ او یقضی دینہ او ینتقم لہ من عدوہ او یعافی نفسہ واھلہ و دوابہ ونحو ذلک مما لا یقدر علیہ الا اللہ عزوجل فھذا شرک صحیح یجب ان

یستتاب صاحبہ فان تاب والا قتل وان قال انا اسألہ لکونہ اقرب الی الله منّی لیشفع لی فی هذه الامور لانی اتوسل الی الله بہ کما یتوسّل الی السلطان بخواصہ واعوانہ فهذا من افعال المشرکین والنصاری فانهم یزعمون انهم یتخذون احبارهم ورهبانهم شفعاء یستشفعون بهم فی مطالبهم وکذلك اخبر الله عن المشرکین انهم قالوا "مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَا اِلَی اللهِ زُلْفٰی" وقال سبحانہ وتعالٰی: اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللهِ شُفَعَاءَ قُلْ اَوَلَوْ کَانُوْا لَا یَمْلِکُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَعْقِلُوْنَ، قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِیْعًا لَهٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ" وقال تعالٰی: مَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ اَفَلَا تَتَذَکَّرُوْنَ" وقال تعالٰی: مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ" فبین الفرق بینہ وبین خلقہ فان من عادة الناس ان یستشفعوا الی الکبیر من کبرائهم بمن یکرم علیہ فیسألہ ذلك الشفیع فیقضی حاجتہ اما رغبۃ واما رهبۃ واما حیاء واما مودة واما غیر ذلك والله سبحانہ لا یشفع عنده احد حتی یاذن هو الشافع فلا یفعل الا ما شاء الله وشفاعۃ الشافع من اذنہ فالامر کلہ لہ ولهذا قال النبی صلی الله علیہ وآلہ وسلّم فی الحدیث المتفق علیہ عن ابی هریرة رضی الله عنہ عن النبی صلی الله علیہ وآلہ وسلم انہ قال: لا یقولن احدکم اللّٰهم اغفرلی ان شئت اللّٰهم ارحمنی ان شئت ولکن لیعزم المسئلۃ فان الله لامکره لہ" فبین ان الرّب سبحانہ یفعل ما یشاء لا یکرهہ احد علی ما اختاره کما قد یکره الشافع المشفوع الیہ وکما یکره السائل المسئول اذا الح علیہ وآذاه بالمسئلۃ، فالرغبۃ یجب ان تکون الیہ کما قال تعالٰی: فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ" والرهبۃ تکون من الله کما قال تعالٰی: وَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ" وقال تعالٰی: فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ" وقد امرنا ان نصلی علی النبی صلی الله علیہ وسلم فی الدّعاء وجعل ذلك من اسباب اجابۃ دعائنا وقول کثیر من الضلال: هذا اقرب الی الله منی وانا بعید من الله لا یمکننی ان

ادعوه الا بهذه الواسطة ونحو ذلك من اقوال المشركين[١] فان الله تعالى يقول " وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ " وقد روى ان الصحابة قالوا يا رسول الله ربنا قريب فنناجيه ام بعيد فنناديه ؟ فانزل الله هذه الاية وفى الصحيح انهم كانوا فى سفر وكانوا يرفعون اصواتهم بالتكبير فقال النبى صلى الله عليه وآله وسلم يا ايها الناس اربعوا على انفسكم فانكم لا تدعون اصم ولا غائبا بل تدعون سميعا قريبا اقرب اليكم او الى احدكم من عنق راحلته " وقد امر الله تعالى العباد كلهم بالصلوٰة له ومناجاته وامر كلا منهم ان يقولوا : إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ " وقد اخبر عن المشركين انهم قالوا انما نعبدهم ليقربونا الى الله زلفى . ثم يقال لهذا المشرك انت اذا دعوت[٢] فان كنت تظن انه اعلم بحالك واقدر على عطاء سوالك او ارحم بك فهذا جهل وضلال وكفر وان كنت تعلم ان الله اعلم واقدر وارحم فلم عدلت عن سؤاله الى سؤال غيره ؟ الا تسمع الى ما خرجه البخارى وغيره عن جابر رضى الله عنه قال كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يعلمنا الاستخارة فى الامور كما يعلمنا السورة من القران يقول اذا هم احدكم بامر فليركع ركعتين من غير الفريضة ثم ليقل اللهم انى استخيرك بعلمك واستقدرك بقدرتك واسالك من فضلك العظيم فانك تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغيوب اللهم ان كنت تعلم ان هذا الامر خير لى فى دينى ومعاشى وعاقبة امرى فاقدره لى ويسره لى ثم بارك لى فيه وان كنت تعلم ان هذا الامر شر لى فى دينى ومعاشى وعاقبة امرى فاصرفه عنى واصرفنى عنه واقدر لى الخير حيث كان ثم ارضنى به . قال ويسمى حاجته . امر العبد ان يقول استخيرك بعلمك واستقدرك بقدرتك واسالك من فضلك العظيم وان كنت تعلم انه

---

[١] قوله " من اقوال المشركين " خبر اى هذا القول ونحوه هو من اقوال المشركين .

[٢] لعل الاصل : اذا دعوت غير الله او ما هو بمعناه .

اقرب الی الله منك واعلی درجة عند الله منك فهذا حق لکن کلمة حق اريد بها باطل فانه اذا کان اقرب منك واعلی درجة منك فانما معناه ان يثيبه ويعطيه اکثر ممّا يعطيك ليس معناه انك اذا دعوته کان الله يقضی حاجتك اعظم مما يقضيها اذا دعوت انت الله تعالی فانك ان کنت مستحقا للعقاب ورد الدعاء مثلا لما فيه من العدوان فالنبی والصّالح لا يعين علی ما يکرهه الله ولا يسعی فيما يبغضه الله وان لم يکن کذلك فالله اولی بالرحمة والقبول -

وان قلت هذا اذا دعا الله اجاب دعاءه اعظم مما يجيبه اذا دعوته فهذا هو القسم الثانی وهو ان لا تطلب منه الفعل ولا تدعوه ولکن تطلب ان يدعو لك کما تقول للحی ادع لی وکما کان الصحابة رضوان الله عليهم يطلبون من النبی صلی الله عليه وآله وسلّم الدعاء فهذا مشروع فی الحی کما تقدّم واما الميت من الانبياء والصالحين وغيرهم فلم يشرع لنا ان نقول ادع لنا ولا اسئل لنا ربّك ولم يفعل هذا احد من الصحابة والتابعين ولا امر به احد من الائمة ولا ورد فيه حديث بل الذی ثبت فی الصحيح انهم لما اجدبوا زمن عمر رضی الله عنه استسقی بالعباس وقال اللهم انا کنا اذا اجدبنا نتوسل اليك بنبيّنا فتسقينا وانا نتوسل اليك بعم نبيّنا فاسقنا فيسقون - ولم يجيئوا الی قبر النبی صلی الله عليه وسلّم قائلين يارسول الله ادع الله لنا واستسق لنا ونحن نشتکی اليك مما اصابنا ونحو ذلك، لم يفعل ذلك احد من الصحابة قط بل هو بدعة ما انزل الله بها من سلطان، بل کانوا اذا جاؤا عند قبر النبی صلی الله عليه وآله وسلم يسلمون عليه فاذا ارادوا الدّعاء لم يدعوا الله مستقبلی القبر الشريف بل ينحرفون ويستقبلون القبلة ويدعون الله وحده لا شريك له کما يدعونه فی سائر البقاع وذلك ان فی الموطا وغيره عنه صلی الله عليه وآله وسلم قال" اللهم لا تجعل قبری وثنا يعبد اشتد

غضب اللہ علی قوم اتخذوا قبور انبیائہم مساجد" وفی السنن عنہ انہ قال "لا تتخذوا قبری عیدا وصلوا علی حیث ما کنتم فان صلاتکم تبلغنی" وفی الصحیح عنہ انہ قال فی مرضہ الذی لم یقم منہ " لعن اللہ الیہود والنصاری اتخذوا قبور انبیائھم مساجد یحذر ما فعلوا" قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا وعن ابویہا ولولا ذلک لابرز قبرہ ولکن کرہ ان یتخذ مسجدا ، وفی صحیح مسلم عنہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ قال قبل ان یموت بخمس "ان من کان قبلکم کانوا یتخذون القبور مساجد الا فلا تتخذوا القبور مساجد فانی انھٰکم عن ذلک" وفی سنن ابی داؤد عنہ قال "لعن اللہ زوارات القبور والمتخذین علیہا المساجد والسرج" ولھذا قال علماؤنا لا یجوز بناء المسجد علی القبور وقالوا انہ لا یجوز ان ینذر لقبر ولا للمجاورین عند القبر شیئا من الاشیاء لا من درھم ولا من زیت ولا من شمع ولا من حیوان ولا غیر ذلک کلہ نذر معصیۃ وقد ثبت فی الصحیح عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ قال "من نذر ان یطیع اللہ فلیطعہ ومن نذر ان یعصی اللہ فلا یعصہ" واختلف العلماء ھل علی الناذر کفارۃ یمین علی قولین ولھذا لم یقل احد من ائمۃ السلف ان الصلاۃ عند القبور وفی مشاھد القبور مستحبۃ او فیہا فضیلۃ ولا ان الصلاۃ ھناک والدعاء افضل من الصلوٰۃ فی غیر تلک البقعۃ والدعاء بل اتفقوا کلھم علی ان الصلاۃ فی المساجد والبیوت افضل من الصلاۃ عند القبور قبور الانبیاء والصالحین سواء سمیت مشاھدا ولم تسم وقد شرع اللہ ورسولہ فی المساجد دون المشاھد اشیاء فقال تعالی:
وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا
ولم یقل المشاھد۔ وقال تعالی: وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ" ولم یقل فی المشاھد۔ وقال تعالی: قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ" وقال تعالی: اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ

الصَّلٰوةَ وَآتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰى أُولٰئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ" وقال تعالىٰ : وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا" وقال صلى الله عليه وآله وسلم "صلاة الرجل في المسجد تفضل على صلاته في بيته وسوقه بخمس وعشرين ضعفا وقال صلى الله عليه وآله وسلم" من بنى لله مسجدا بنى الله له بيتا في المسجد"

واما القبور فقد ورد نهيه صلى الله عليه وآله وسلم عن اتخاذها مساجد ولعن من يفعل ذلك وقد ذكره غير واحد من الصحابة والتابعين كما ذكره البخاري في صحيحه والطبراني وغيره في تفاسيرهم وذكره وثيمة وغيره في قصص الانبياء في قوله تعالىٰ : وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا" وقالوا هذه اسماء قوم صالحين كانوا من قوم نوح فلما ماتوا عكفوا على قبورهم ثم طال عليهم الامد اتخذوا تماثيلهم اصناما وكان العكوف على القبور والتمسح بها وتقبيلها والدعاء عندها وفيها ونحو ذلك هو اصل الشرك وعبادة الاوثان ولهذا قال النبي صلى الله عليه وآله وسلم "اللهم لا تجعل قبري وثنا يعبد" واتفق العلماء على ان من زار قبر النبي صلى الله عليه وآله وسلم او قبر غيره من الانبياء والصالحين او الصحابة واهل البيت وغيرهم فانه لا يتمسح به ولا يقبله بل ليس في الدنيا من الجمادات ما يشرع تقبيلها الا الحجر الاسود وقد ثبت في الصحيحين ان عمر رضي الله عنه قال والله اني لاعلم انك حجر لا تضر ولا تنفع ولولا اني رايت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يقبلك ماقبلتك ولهذا لا يسن باتفاق الائمة ان يقبل الرجل او يستلم ركني البيت الذين يليان الحجر ولا جدران البيت ولا مقام ابراهيم ولا صخرة بيت المقدس ولا قبر احد من الانبياء والصالحين حتى تنازع الفقهاء في وضع اليد على منبر سيدنا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لما كان موجودا فكرهه مالك وغيره

لانہ بدعۃ و ذکران مالکا لما رای عطاء فعل ذلک لم یاخذ عنہ العلم
و رخص فیہ احمد و غیرہ لان ابن عمر رضی اللہ عنہما فعلہ واما التمسح بقبر النبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتقبیلہ فکلھم کرہ ذلک ونھی عنہ وذلک لانھم
علموا ما قصدہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من حسم مادۃ الشرک وتحقیق
التوحید واخلاص الدین للہ رب العالمین وھذا مایظھر الفرق بین سؤال
النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والرجل الصالح فی حیاتہ وبین سوالہ بعد
موتہ و فی مغیبہ وذلک انہ فی حیاتہ لا یعبدہ احد بحضورہ فاذا کان
الانبیاء صلوات اللہ علیھم والصالحون احیاء لا یترکون احدا یشرک بہم
بحضورھم بل ینھونھم عن ذلک ویعاقبونھم علیہ ولھذا قال المسیح علیہ السلام
"مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ وَكُنتُ عَلَيْهِمْ
شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنتَ
عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ" وقال رجل للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما شاء اللہ
و شئت فقال "اجعلتنی للہ ندا ما شاء اللہ وحدہ" وقال "لا تقولوا ما شاء اللہ
و شاء محمد ولکن قولوا ما شاء اللہ ثم شاء محمد" ولما قالت جویریہ "وفینا
رسول اللہ یعلم ما فی غد" قال دعی ھذا وقولی بالذی کنت تقولین" وقال: لا
تطرونی کما اطرت النصاری ابن مریم انما انا عبد فقولوا عبد اللہ ورسولہ"
ولما صفوا خلفہ قیاما قال" لا تعظمونی کما تعظم الاعاجم بعضھم بعضا" وقال
انس لم یکن شیئ احب الیھم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وکانوا اذا
راوہ لم یقوموا لہ لما یعلمون من کراھتہ لذلک ولما سجد لہ معاذ نہاہ وقال: انہ
لا یصلح السجود الا للہ ولوکنت آمرا احدًا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان
تسجد لزوجھا من عظم حقہ علیھا" ولما اتی علی بالزنادقۃ الذین غلوا فیہ و
اعتقدوا فیہ الالھیۃ امر بتحریقھم بالنار، فھذا شان انبیاء اللہ واولیائہ
وانما یقر علی الغلو فیہ وتعظیمہ بغیر حق من یرید علوا فی الارض وفسادًا

كفرعون ونحوه ومشائخ الضلال الذين غرضهم العلو فى الارض و الفساد والفتنة بالانبياء والصالحين واتخاذهم اربابا والاشراك بهم مما يحصل فى مغيبهم وفى مماتهم كما اشرك بالمسيح وعزير فهذا مما يبين الفرق بين سؤال النبى صلى الله عليه وآله وسلّم والصالح فى حياته و حضوره وبين سؤاله فى مماته ومغيبه ولم يكن احد من سلف الامة فى عصر الصحابة ولا التابعين ولا التابعى التابعين يتخيرون الصلاة و الدعاء عند قبور الانبياء ويسالونهم ولا يستغيثون بهم لا فى مغيبهم ولا عند قبورهم وكذالك العكوف۔

ومن اعظم الشرك ان يستغيث الرجل بميت او غائب كما ذكره السائل ويستغيث به عند المصائب: يا سيدى فلان! كانه يطلب منه ازالة ضره او جلب نفعه، وهذا حال النصارى فى المسيح وامه واحبارهم ورهبانهم ومعلوم ان خير الخلق واكرمهم على الله نبيّنا محمد صلى الله عليه وآله وسلّم واعلم الناس بقدره وحقه اصحابه ولم يكونوا يفعلون شيئاً من ذلك لا فى مغيبه ولا بعد مماته وهؤلاء المشركون يضمون الى الشرك الكذب فان الكذب مقرون بالشرك وقد قال تعالى: فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ" وقال النبى صلى الله عليه وسلّم" عدلت شهادة الزور بالاشراك بالله مرتين او ثلاثا" وقال تعالى: اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُفْتَرِيْنَ" وقال الخليل عليه السلام "آئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ؟ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" فمن كذبهم ان احدهم يقول عن شيخه ان المريد اذا كان بالمغرب وشيخه بالمشرق وانكشف غطاؤه رده عليه وان الشيخ ان لم يكن كذلك لم يكن شيخاً وقد تغويهم الشياطين كما تغوى عباد الاصنام كما كان يجرى فى العرب فى اصنامهم ولعباد الكواكب وطلاسمها من الشرك

والسحر كما يجري للتتار والهند والسودان وغيرهم من اصناف المشركين من اغوام الشياطين ومخاطبتهم ونحو ذلك فكثير من هؤلاء قد يجري له نوع من ذلك لا سيما عند سماع المكاء والتصدية فان الشيطان قد تنزل عليهم وقد يصيب احدهم كما يصيب المصروع من الارغاء والازباد والصياح المنكر ويكلمه بما لا يعقل هو والحاضرون وامثال ذلك مما يمكن وقوعه في هؤلاء الضالين -

واما (القسم الثالث) وهو ان يقول اللهم بجاه فلان عندك او ببركة فلان او بحرمة فلان عندك افعل بي كذا وكذا فهذا يفعله كثير من الناس لكن لم ينقل عن احد من الصحابة والتابعين وسلف الامة انهم كانوا يدعون بمثل هذا الدعاء ولم يبلغني عن احد من العلماء في ذلك ما احكيه الاما رايت فتاوى الفقيه ابي محمد بن عبد السلام فانه افتى انه لا يجوز لاحد ان يفعل ذلك الا للنبي صلى الله عليه وآله وسلم ان صح الحديث في النبي صلى الله عليه وآله وسلم ومعنى الاستفتاء قد روى النسائي والترمذي وغيرهما ان النبي صلى الله عليه وسلم علم بعض اصحابه ان يدعو فيقول "اللهم اني اسألك واتوسل اليك بنبيك نبي الرحمة يا محمد يا رسول الله اني اتوسل بك الى ربي في حاجتي ليقضيها لي اللهم فشفعه في" فان هذا الحديث قد استدل به طائفة على جواز التوسل بالنبي صلى الله عليه وآله وسلم في حياته وبعد مماته قالوا وليس في التوسل دعاء المخلوقين ولا استغاثة بالمخلوق وانما هو دعاء واستغاثة به لكن فيه سؤال بجاهه كما في سنن ابن ماجة عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم انه ذكر في دعاء الخارج للصلاة ان يقول "اللهم اني اسألك بحق السائلين عليك وبحق ممشاي هذا فاني لم اخرج اشرا ولا بطرا ولا رياء ولا سمعة خرجت اتقاء سخطك وابتغاء مرضاتك اسالك ان تنقذني من النار وان تغفر لي ذنوبي فانه لا يغفر الذنوب الا انت" قالوا ففي هذا الحديث انه سال بحق السائلين عليه وبحق ممشاه الى الصلاة والله تعالى قد جعل على

نفسہ حقا قال اللہ تعالیٰ : وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ" ونحو قولہ: كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُوْلًا" وفی الصحیح عن معاذ بن جبل ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لہ "یا معاذ اتدری ما حق اللہ علی العباد؟ قال اللہ ورسولہ اعلم قال" حق اللہ علی العباد ان یعبدوہ ولا یشرکوا بہ شیئا" اتدری ما حق العباد علی اللہ اذا فعلوا ذلک فان حقھم علیہ ان لا یعذبھم" وقد جاء فی غیر حدیث کان حقا علی اللہ کذا وکذا کقولہ من شرب الخمر لم یقبل لہ صلاۃ اربعین یوما فان تاب تاب اللہ علیہ فان عاد فشربھا فی الثالثۃ او الرابعۃ کان حقا علی اللہ ان یسقیہ من طینۃ الخبال - قیل وما طینۃ الخبال؟ قال عصارۃ اھل النار" وقالت طائفۃ لیس فی ھذا جواز التوسل بہ فی مماتہ وبعد مغیبہ بل انما فیہ التوسل فی حیاتہ بحضورہ کما فی صحیح البخاری ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ استسقی بالعباس فقال اللھم انا کنا اذا اجدبنا نتوسل الیک بنبینا فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا فیسقون وقد بین عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ انھم کانوا یتوسلون بہ فی حیاتہ فیسقون و ذلک التوسل بہ انھم کانوا یسألونہ ان یدعو اللہ لھم فیدعولھم ویدعون معہ فیتوسلون بشفاعتہ ودعائہ کما فی الصحیح عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان رجلا دخل المسجد یوم الجمعۃ من باب کان بجوار دار القضاء ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قائما یخطب فاستقبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قائما فقال یا رسول اللہ ھلکت الاموال وانقطعت السبل فادع اللہ لنا ان یمسکھا عنا قال فرفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یدیہ ثم قال" اللھم حوالینا ولا علینا اللھم علی الآکام والظراب و بطون الاودیۃ ومنابت الشجر" قال واقلعت فخرجنا نمشی فی الشمس ففی ھذا الحدیث انہ قال ادع اللہ لنا ان یمسکھا عنا وفی الصحیح ان عبد اللہ بن عمر قال انی لاذکر قول ابی طالب فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم.

حيث يقول ؎

وابيض يستسقى الغمام بوجهه ثمال اليتامى عصمة للارامل

فهذا كان توسلهم به فى الاستسقاء ونحوه ولما مات توسلوا بالعباس رضى الله عنه كما كانوا يتوسلون به ويستسقون وما كانوا يستسقون به بعد موته ولا فى مغيبه ولا عند قبره ولا عند قبر غيره وكذلك معاوية بن ابى سفيان استسقى بيزيد بن الاسود الجرشى وقال اللهم انا نستشفع اليك بخيارنا يا يزيد ارفع يديك الى الله فرفع يديه ودعا ودعوا فسقوا فلذلك قال العلماء يستحب ان يستسقى باهل الصلاح والخير فاذا كانوا من اهل بيت رسول الله صلى الله عليه واله وسلم كان احسن ولم يذكر احد من العلماء ان يشرع التوسل والاستسقاء بالنبى والصالح بعد موته ولا فى مغيبه ولا استحبوا ذلك فى الاستسقاء ولا فى الانتصار ولا غير ذلك من الادعية والدعاء مخ العبادة والعبادة مبناها على السنة والاتباع لا على الاهواء والابتداع وانما يعبد الله بما شرع لا يعبد بالاهواء والبدع قال تعالى: اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ" وقال تعالى: اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ" و قال النبى صلى الله عليه واله وسلم انه سيكون فى هذه الامة قوم يعتدون فى الدعاء والطهور۔

واما الرجل اذا اصابته نائبة او خاف شيئا فاستغاث بشيخه يطلب تثبيت قلبه من ذلك الواقع فهذا من الشرك وهو من جنس دين النصارى فان الله هو الذى يصيب بالرحمة و يكشف الضر قال تعالى: وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ" وقال تعالى: مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ" وقال تعالى: قُلْ اَرَاَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ، بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ

شَآءَ وَ تَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ" وقال تعالیٰ: قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا، اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا" فبين ان من يدعى من الملائكة والانبياء وغيرهم لا يملكون كشف الضر عنكم ولا تحويلا . فاذا قال قائل انا ادعو الشيخ ليكون شفيعا لى فهو من جنس النصارى والاحبار والرهبان والمومن يرجوا ربه ويخافه ويدعوه مخلصا له الدين وحق شيخه ان يدعوله ويترحم عليه فان اعظم الخلق قدرا هو رسول الله صلى الله عليه وعلى اله وسلم واصحابه اعلم الناس بأمره وقدره واطوع الناس له ولم يكن يامراحد منهم عند الفزع والخوف ان يقول يا سيدى يارسول الله ولم يكونوا يفعلون ذلك فى حياته ولا بعد مماته بل كان يأمرهم بذكر الله ودعائه والصلاة والسلام عليه صلى الله عليه واله وسلم قال الله تعالیٰ: اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ، فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ" وفى صحيح البخارى عن ابن عباس رضى الله عنهما ان هذه الكلمة قالها ابراهيم عليه السلام حين القى فى النار وقالها محمد صلى الله عليه واله وسلم يعنى واصحابه حين قال لهم الناس ان الناس قد جمعوا لكم وفى الصحيح عن النبى صلى الله عليه واله وسلم انه كان يقول عند الكرب " لا اله الا الله العظيم الحليم، لا اله الا الله رب العرش الكريم، لا اله الا الله رب السموات والارض ورب العرش العظيم" وقد روى انه علم نحو هذا الدعاء بعض اهل بيته وفى السنن ان النبى صلى الله عليه واله وسلم كان اذا حزبه امر قال" ياحى ياقيوم برحمتك استغيث" وروى انه علم ابنته فاطمة ان تقول" ياحى ياقيوم يابديع السموات والارض لا اله الا انت برحمتك استغيث اصلح لى

شانی کله ولا تکلنی الی نفسی طرفة عین ولا الی احد من خلقك" وفی مسند الامام احمد وصحیح ابی حاتم البستی عن ابن مسعود رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه واله وسلّم انه قال" ما اصاب عبدًا قط هم ولا حزن فقال اللهم انی عبدك وابن عبدك وابن امتك ناصیتی بیدك ماض فیّ حکمك عدل فیّ قضاؤك اسالك بکل اسم هو لك سمیت به نفسك او انزلته فی کتابك او علمته احدًا من خلقك او استأثرت به فی علم الغیب عندك ان تجعل القران العظیم ربیع قلبی ونور صدری وجلاء حزنی وذهاب همّی وغمی الا اذهب الله همه وغمه وابدله مکانه فرحا قال یا رسول الله افلا نتعلمهن قال ینبغی لمن سمعهن ان یتعلمهن، وقال لامته ان الشمس والقمر ایتان من ایات الله لا ینکسفان لموت احد ولا لحیاته ولکن الله یخوف بهما عباده فاذا رایتم ذلك فافزعوا الی الصلاة وذکر الله والاستغفار فامرهم عند الکسوف بالصلاة والدعاء والذکر والعتق والصدقة ولم یامرهم ان یدعوا مخلوقا ولا ملکا ولا نبیا ولا غیرهم، ومثل هذا کثیر فی سنته لم یشرع للمسلمین عند الخوف الّا ما امر الله به من دعاء الله وذکره والاستغفار والصلاة والصدقة ونحو ذلك فکیف یعدل المومن بالله ورسوله عما شرع الله ورسوله الی بدعة ما انزل الله بها من سلطان تضاهی دین المشرکین والنصاری؟ فان زعم احد ان حاجته قضیت بمثل ذلك وانه مثل له شیخه ونحو ذلك فعباد الکواکب والاصنام ونحوهم من اهل الشرك یجری لهم مثل هذا کما تواترت ذلك عمن مضی من المشرکین وعن المشرکین فی هذا الزمان فلولا ذلك ماعبدت الاصنام ونحوها وقال الخلیل علیه السلام" واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام رب انهن اضللن کثیرا من الناس" ویقال له اوّل ما ظهر الشرك فی ارض مکة بعد ابراهیم الخلیل من جهة عمرو بن لحیّ الخزاعی الذی راٰه النبی صلی الله علیه واله وسلم یجرا معاءه فی النار وهو اوّل من سیب السوائب

وغيره بن ابراهيم قالوا انه ورد الشام فوجد فيها اصناما بالبلقاء يزعمون انهم ينتفعون بها فى جلب منافعهم ودفع مضارهم فنقلها الى مكة وسن للعرب الشرك وعبادة الاصنام والامور التى حرمها الله ورسوله من الشرك و السحر والقتل والزنا وشهادة الزور وغير ذلك من المحرمات قد يكون للنفس فيها حظ مما تعده منفعة او دفع مضرة ولولا ذلك ما اقدمت النفوس على المحرمات التى لاخير فيها بحال وانما يوقع النفوس فى المحرمات الجهل او الحاجة فاما العالم بقبح الشيئ والنهى عنه فكيف يفعله والذين يفعلون هذه الامور جميعها قد يكون عندهم جهل بما فيه من الفساد وقد تكون بهم حاجة اليها مثل الشهوة اليها وقد يكون فيها من الضرر اعظم مما فيها من اللذة ولا يعلمون ذلك لجهلهم او تغلبهم اهواؤهم حتى يفعلوها والهوى غالبا يجعل صاحبه كانه لا يعلم من الحق شيئا فان حبك للشيئ يعمى ويصم ولهذا كان العالم يخشى الله وقال ابو العالية سألت اصحاب محمد صلى الله عليه وآله وسلم عن قول الله عز وجل: إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ الآية[١] وليس هذا موضع البسط لبيان ما فى المنهيات من المفاسد الغالبة وما فى المأمورات من المصالح الغالبة بل يكفى المومن ان يعلم ان ما امر الله فهو لمصلحة محضة او غالبة وما نهى الله عنه فهو مفسدة محضة او غالبة وان الله لا يأمر العباد بما امرهم به لحاجته اليهم ونهاهم عن ما فيه مفاسدهم[٢] ولهذا وصف نبينا صلى الله عليه وآله وسلم بانهم يأمرهم بالمعروف وينهاهم عن المنكر ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث -

---

[١] قد سقط من هنا الجواب الذى هو محل الشاهد والمروى عن ابى العالية انه كان يحدث عن الصحابة رض انهم كانوا يقولون: كل ذنب اصابه العبد فهو بجهالة -

[٢] الظاهر ان قوله نهاهم الخ معطوف على مقابل سقط من النسخ والطبع وهو يعرف بالقرينة اى بل انما امرهم بما فيه مصالحهم ونهاهم عما فيه مفاسدهم - وكتبه صاحب المنار !

وأما التمسح بالقبر أي قبر كان وتقبيله وتمريغ الخد عليه فمنهي عنه باتفاق المسلمين ولو كان ذلك من قبور الانبياء ولم يفعل هذا احد من سلف الامة و ائمتها بل هذا من الشرك قال الله تعالى: وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا" وقد تقدم ان هؤلاء اسماء قوم صالحين كانوا من قوم نوح وانهم عكفوا على قبورهم مدة طال عليهم الامد فصوروا تماثيلهم لاسيما اذا اقترن بذلك دعاء الميّت والاستغاثة به وقد تقدم ذكر ذلك و بيان ما فيه من الشرك و بينا الفرق بين الزيارة البدعية التي تشبه اهلها بالنصارى -

وأما وضع الرأس عند الكبراء من الشيوخ وغيرهم او تقبيل الارض ونحو ذلك فانه ممّا لا نزاع فيه بين الائمة في النهي عنه بل مجرد الانحناء بالظهر لغير الله عز وجل منهي عنه ففي المسند وغيره ان معاذ بن جبل رضي الله عنه لما رجع من الشام سجد للنبي صلى الله عليه وآله وسلم فقال: ما هذا يا معاذ؟ فقال يا رسول الله رايتهم في الشام يسجدون لاساقفتهم و يذكرون ذلك من انبياء هم فقال كذبوا يا معاذ لو كنت آمرا احدا ان يسجد لاحد لامرت المرأة ان تسجد لزوجها من عظم حقه عليها يا معاذ ارايت ان مررت بقبري أكنت ساجدا قال لا- قال: لا تفعل هذا او كما قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلّم بل قد ثبت في الصحيح من حديث جابر انه صلى الله عليه وآله وسلّم صلى باصحابه قاعدا من مرض كان به فصلّوا قياما فامرهم بالجلوس وقال لا تعظموني كما تعظم الاعاجم بعضها بعضا وقال: من سره ان يتمثل له الناس قياما فليتبوأ مقعده من النار" فاذا كان قد نهاهم[1] مع قعوده وان كانوا قاموا في الصّلوة حتى لا يتشبهوا بمن يقومون لعظمائهم و بين ان من سره القيام له كان من اهل النار فكيف بما فيه السجود له و من وضع

---

[1] اي عن القيام!

الرأس وتقبيل الايادی وقد کان عمر بن عبد العزیز رضی الله عنہ وھو خلیفۃ الله علی الارض قد وکل اعوانا یمنعون الداخل من تقبیل الارض ویؤدبھم اذا قبل احد الارض وبالجملۃ فالقیام والقعود والرکوع والسجود حق للواحد المعبود خالق السموات والارض وما کان حقا خالصا لله لم یکن لغیرہ فیہ نصیب مثل الحلف بغیر الله عز وجل وقد قال رسول الله صلی الله علیہ وآلہ وسلم "من کان حالفا فلیحلف بالله اولیصمت" متفق علیہ وقال ایضا من حلف بغیر الله فقد اشرک" فالعبادۃ کلھا لله وحدہ لا شریک لہ "وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ" وفی الصحیح عن النبی صلی الله علیہ وآلہ وسلم انہ قال "ان الله یرضی لکم ثلاثا ان تعبدوہ ولا تشرکوا بہ شیئا وان تعتصموا بحبل الله جمیعا ولا تفرقوا وان تناصحوا من ولاہ الله امرکم" واخلاص الدین لله ھو اصل العبادۃ ونبینا صلی الله علیہ وآلہ وسلم نھی عن الشرک دقہ وجلہ وحقیرہ وکبیرہ حتی انہ قد تواترعنہ انہ نھی عن الصلاۃ وقت طلوع الشمس و وقت غروبھا بالفاظ متنوعۃ تارۃ یقول "لا تحروا بصلا تکم طلوع الشمس و لا غروبھا" وتارۃ ینھی عن الصلاۃ بعد طلوع الفجر حتی تطلع الشمس وبعد العصر حتی تغرب الشمس وتارۃ یذکر ان الشمس اذا طلعت طلعت بین قرنی شیطان وحینئذ یسجد لھا الکفار ونھی عن الصلاۃ فی ھذا الوقت فیہ من مشابھۃ المشرکین فی کونھم یسجدون للشمس فی ھذا الوقت وان الشیطان یقارن الشمس حینئذ لیکون السجود لہ فکیف بما ھو شرک و مشابھۃ للمشرکین وقد قال الله تعالی فیما امر رسولہ ان یخاطب بہ اھل الکتاب "قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ" وذلک لما فیہ من مشابھۃ اھل الکتاب من

اتخاذ هم بعضهم بعضًا اربابا من دون الله ونحن منهيون عن مثل هذا ومن عدل عن هدى نبيه صلى الله عليه وآله وسلم وهدى اصحابه والتابعين لهم باحسان الى ما هو من جنس هدى النصارى فقد ترك ما امر الله به ورسوله۔

واما قول القائل انقضت حاجتی ببرکة الله وبرکتك فمنكر من القول فانه لا يقارن بالله فی مثل هذا غيره حتى ان قائلا قال للنبی صلى الله عليه وآله وسلم ما شاء الله وشئت فقال " اجعلتنی لله ندا بل ما شاء الله وحده " وقال لاصحابه لا تقولوا ما شاء الله وشاء محمد ولكن قولوا ما شاء الله ثم شاء محمد وفی الحديث ان بعض المسلمين رأى قائلا يقول نعم القوم انتم لولا انكم تندون ای تجعلون لله ندا يعنی تقولون ما شاء الله وشاء محمد فنهاهم النبی صلى الله عليه وآله وسلم عن ذلك وفی الصحيح عن زيد بن خالد قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم صلاة الفجر بالحديبية فی اثر سماء من الليل فقال " اتدرون ماذا قال ربكم الليلة ؟ قلنا الله ورسوله اعلم، قال: قال اصبح من عبادی مومن بی كافر بالكواكب ومؤمن بالكواكب كافر بی فاما من قال مطرنا بفضل الله ورحمته فذلك مومن بی كافر بالكواكب واما من قال مطرنا بنوء كذا وكذا فذلك كافر بی ومومن بالكواكب " والاسباب التی جعلها الله تعالى اسبابا لا نجعل مع الله شركاء واندادا واعوانا وقول القائل ببركة الشيخ قد يعنی بها دعاءه واسرع الدعاء اجابة دعاء غائب لغائب وقد يعنی بها بركة ما امره به وعلمه من الخير وقد يعنی بها بركة معاونته له على الحق وموالاته فی الدين ونحو ذلك وهذه كلها معان صحيحة وقد يعنی بها دعاءه للميت والغائب اذا ستقلال الشيخ بذلك التاثير او فعله لما هو عاجز عنه او غير قادر عليه او غير قاصد له متابعته او مطاوعته على ذلك من البدع المنكرات من هذه المعانی الباطلة والذی لاريب فيه ان العمل بطاعة الله تعالى ودعاء المومنين بعضهم لبعض ونحو ذلك هو نافع فی الدنيا والاخرة

وذلك بفضل الله ورحمته۔ واما سؤال السائل عن القطب الغوث الفرد فهذا
قد يقوله طوائف من الناس ويفسرونه بامور باطلة فى دين الاسلام مثل
تفسير بعضهم ان الغوث هو الذى يكون مدد الخلائق بواسطته فى نصرهم
ورزقهم حتى يقول ان مدد الملائكة وحيتان البحر بواسطته فهذا من جنس
قول النصارى فى المسيح عليه السلام والغالية فى على رضى الله عنه وهذا كفر
صريح يستتاب منه صاحبه فان تاب والا قتل فانه ليس من المخلوقات
لاملك ولا بشر يكون امداد الخلائق بواسطته ولهذا كان ما يقوله الفلاسفة فى
(العقول) العشرة الذين يزعمون انها الملائكة وما يقوله النصارى فى المسيح
ونحو ذلك كفرا باتفاق المسلمين وكذلك اعنى بالغوث ما يقوله بعضهم من ان
فى الارض ثلاثمائة وبضعة عشر رجلا يسمونهم النجباء فينتقى منهم سبعون
هم النقباء ومنهم اربعون هم الابدال ومنهم سبعة هم الاقطاب ومنهم
اربعة هم الاوتاد ومنهم واحد وهو الغوث وانه مقيم بمكة وان اهل الارض
اذا نابهم نائبة فى رزقهم ونصرهم فزعوا الى الثلاثمائة وبضعة عشر رجلا
واولئك يفزعون الى السبعين والسبعون الى الاربعين والاربعون الى السبعة
والسبعة الى الاربعة والاربعة الى الواحد وبعضهم قد يزيد فى هذا وينقص
فى الاعداد والاسماء والمراتب فان لهم فيها مقالات متعددة حتى يقول بعضهم
انه ينزل من السماء على الكعبة ورقة خضراء باسم غوث الوقت واسم خضره
على قول من يقول منهم ان الخضر هو مرتبة وان لكل زمان خضرا فان
لهم فى ذلك قولين وهذا كله باطل لا اصل له فى كتاب الله ولا سنة رسوله
ولا قاله احد من سلف الامة ولا ائمتها ولا من المشائخ الكبار المتقدمين
الذين يصلحون للاقتداء بهم ومعلوم ان سيدنا رسول رب العالمين وابا بكر
وعمر وعثمان وعليا رضى الله عنهم كانوا خير الخلق فى زمنهم وكانوا بالمدينة ولم
يكونوا بمكة وقد روى بعضهم حديثا فى هلال غلام المغيرة بن شعبة وانه

له من المترجم

احد السبعة والحديث باطل باتفاق اهل المعرفة وان كان قد روى بعض
هذه الاحاديث ابونعيم فی حلية الاولياء والشيخ ابوعبد الرحمن السلمی فی
بعض مصنفاته فلا تغتر بذلك فان فيه الصحيح والحسن والضعيف والموضوع
والمكذوب الذی لاخلاف بين العلماء فی انه كذب موضوع وتارة يرويه على عادة
بعض اهل الحديث الذين يروون ما سمعوا ولا يميزون بين صحيحه وباطله وكان
اهل الحديث لا يروون مثل هذه الاحاديث لما ثبت فی الصحيح عن النبی
صلی الله عليه وآله وسلم انه قال "من حدث عنی بحديث وهو يری انه
كذب فهو احد الكاذبين" وبالجملة فقد علم المسلمون كلهم ما ينزل بالمسلمين
من النوازل فی الرغبة والرهبة مثل دعائهم عند الاستسقاء لنزول الرزق
ودعائهم عند الكسوف والاعتداد لرفع البلاء وامثال ذلك انما يدعون فی
ذلك الله وحده لا شريك له لا يشركون به شيئاً لم يكن للمسلمين قط ان يرجعوا
بحوائجهم الی غير الله عزوجل بلا واسطة فيجيبهم فتراهم بعد التوحيد
والاسلام لا يجيب دعاؤهم الا بهذه الواسطة التی ما نزل الله بها من سلطان[1] قال
تعالى" وَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ
مَرَّ كَأَن لَّمْ يَدْعُنَا إِلَىٰ ضُرٍّ مَّسَّهُ" وقال تعالى" وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَن تَدْعُونَ
إِلَّا إِيَّاهُ" وقال تعالى" قُلْ أَرَأَيْتَكُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ أَغَيْرَ اللَّهِ
تَدْعُونَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ. بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِن شَاءَ وَتَنسَوْنَ

---

[1] هذه الجملة مضطربة والظاهر ان فيها تحريفاً حتى بالنقصان ويوشك ان يكون مما
سقط منها انهم كانوا فی زمن الشرك يدعون الله عند الشدائد فيستجيب لهم فهل يحتاجون
بعد التوحيد وهداية الاسلام الی هذه الواسطة الشركية ليستجيب لهم؟ ان هذا قلب للحقيقة
ولبس التوحيد بالشرك ، وكتبه محمد رشيد صاحب المنار الاسلامی .

مَا تُشْرِكُوْنَ" وقال تعالى: وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَى أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَأَخَذْنَاهُم بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ فَلَوْلَا إِذْ جَاءَهُم بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا وَلَٰكِن قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ" والنبي صلى الله عليه وآله وسلم استسقى لاصحابه بصلاة و بغير صلاة وصلى بهم للاستسقاء وصلاة الكسوف وكان يقنت فى صلاته فيستنصر على المشركين وكذلك خلفاؤه الراشدون ومن بعده وكذلك ائمة الدين ومشائخ المسلمين ومازالوا على هذه الطريقة و لهذا يقال ثلاثة اشياء مالها من اصل باب النصيرية ومنتظر الرافضة وغوث الجهال فان النصيرية تدعى فى الباب الذى لهم ما هو من هذا الجنس انه الذى يقيم العالم فذاك شخص موجود ولكن دعوى النصيرية فيه باطلة واما محمد بن الحسن المنتظر والغوث المقيم بمكة ونحو هذا فانه باطل ليس له وجود وكذلك ما يزعمه بعضهم من ان القطب الغوث الجامع يمد اولياء الله و يعرفهم كلهم ونحو هذا فهذا باطل فابو بكر وعمر رضى الله عنهما لم يكونا يعرفان جميع اولياء الله لا يمد انهم فكيف بهؤلاء الضالين المفترين الكذابين ورسول الله صلى الله عليه وآله وسلم سيد ولد آدم انما عرف الذين لم يكن راهم من امته بسيماء الوضوء وهو الغرة والتحجيل ومن هؤلاء من اولياء الله لا يحصيه الا الله عز وجل وانبياء الله الذين هوا مامهم وخطيبهم لم يكن يعرف اكثرهم بل قال الله تعالى: وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُم مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ" وموسى لم يكن يعرف الخضر والخضر لم يكن يعرف موسى بل لما سلم عليه موسى قال له الخضر وانى بارضك السلام! فقال له انا موسى، قال موسى بنى اسرائيل؟ قال نعم. وقد كان بلغه اسمه وخبره ولم يكن يعرف عينه ومن قال انه نقيب للاولياء او انه يعلمهم كلهم فقد قال الباطل والصواب الذى عليه المحققون

انه میت وانه لم یدرك الاسلام ولو كان موجودا فی زمن النبی صلی الله علیه واله وسلم لوجب علیه ان یؤمن به ویجاهد معه كما اوجب الله ذلك علیه وعلی غیره ولكان یكون فی مكة والمدینة ولكان یكون حضوره مع الصحابة للجهاد معهم واعانتهم علی الدین اولی به من حضوره عند قوم كفار لیرقع لهم سفینتهم ولم یكن مختفیا عن خیر امة اخرجت للناس وهو قد كان بین المشركین ولم یحتجب عنهم ثم لیس للمسلمین به وامثاله حاجة لا فی دینهم ولا فی دنیاهم فان دینهم اخذوه عن الرسول النبی الامی صلی الله علیه واله وسلم الذی علمهم الكتاب والحكمة وقال لهم نبیهم لو كان موسی حیا ثم اتبعتموه وتركتمونی لضللتم وعیسی بن مریم علیه السلام اذا نزل من السماء انما یحكم فیهم بكتاب ربهم وسنة نبیهم فای حاجة لهم مع هذا الی الخضر وغیره والنبی صلی الله علیه واله وسلم قد اخبرهم بنزول عیسی من السماء وحضوره مع المسلمین وقال "كیف تهلك امة انا اولها وعیسی فی اخرها" فاذا كان النبیان الكریمان اللذان هما مع ابراهیم وموسی ونوح افضل الرسل ومحمد صلی الله علیه واله وسلم سید ولد ادم ولم یحتجبوا عن هذه الامة لا عوامهم ولا خواصهم فكیف یحتجب عنهم من لیس مثلهم واذا كان الخضر حیا دائما فكیف لم یذكر النبی صلی الله علیه واله وسلم ذلك قط ولا اخبر بها امته ولا خلفاؤه الراشدون - وقول القائل انه نقیب الاولیاء فیقال له من ولاه النقابة وافضل الاولیاء اصحاب محمد صلی الله علیه واله وسلم ولیس فیهم الخضر وغایة ما یحكی فی هذا الباب من الحكایات بعضها كذب وبعضها مبنی علی ظن رجال مثل شخص رای رجلا ظن انه الخضر وقال انه الخضر كما ان الرافضة تری شخصا تظن انه الامام المنتظر المعصوم او تدعی ذلك وروی الامام احمد رحمه الله بن حنبل انه قال وقد ذكر له

الخضر من احالك على غائب فما انصفك، وما القى هذا على السنة الناس الا الشيطان وقد بسطنا الكلام على هذا في غير هذا الموضع -

واما ان قصد القائل بقوله القطب الغوث الفرد الجامع انه رجل يكون افضل اهل زمانه فهذا ممكن لكن من الممكن (ايضا) ان يكون في الزمان متساويان في الفضل وثلاثة واربعة وقد تكون جماعة بعضهم افضل من بعض من وجه[٥١] وتلك الوجوه اما متقاربة واما متساوية ثم اذا كان في الزمان رجل هو افضل اهل الزمان فتسميته بالقطب الغوث الجامع بدعة ما انزل الله بها من سلطان ولا تكلم بهذا احد من سلف الامة وائمتها وما زال السلف يظنون في بعض الناس انه افضل او من افضل اهل زمانه ولا يطلقون عليه هذه الاسماء التي ما انزل الله بها من سلطان لا سيما ان من المنتحلين لهذا الاسم من يدعي ان هؤلاء الاقطاب[٥٢] هو الحسن بن علي بن ابي طالب رضي الله عنهما ثم يتسلسل الامر الى ما دونه الى بعض مشائخ المتاخرين وهذا لا يصح لا على مذهب اهل السنة ولا على مذهب الرافضة فاين ابو بكر وعمر وعثمان وعلي والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار؟ والحسن عند وفات النبي صلى الله عليه وآله وسلم كان قد قارب سن التمييز والاحتلام وقد حكى عن بعض الاكابر من الشيوخ المنتحلين لهذا ان القطب الفرد الجامع ينطبق علمه على علم الله تعالى وقدرته على قدرة الله تعالى فيعلم ما يعلمه الله ويقدر على ما يقدر عليه الله، وزعم ان النبي صلى الله عليه وآله وسلم كان كذلك وان هذا انتقل عنه الى الحسن تسلسل

---

[٥١] لعل الاصل: من وجوه بدليل ما بعده

[٥٢] لعل الاصل: اول هؤلاء الاقطاب وهو الحسن وتعليله عندهم انه ترك الخلافة الظاهرة فعوض عنها الخلافة الباطنة وهي القطبية وكل هذا من نزغات الباطنية واختراعاتهم -

الیٰ شیخہ فیبینت ان ھذا کفر صریح وجھل قبیح، وان دعوی ھذا فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفر دع ما سواہ وقد قال تعالیٰ: قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىٕنُ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَ لَاۤ اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَكٌ" وقال تعالیٰ: قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ" الآیۃ- و قال تعالیٰ: یَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا الآیۃ- وقال تعالیٰ: یَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ" وقال تعالیٰ: لِیَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَوْ یَكْبِتَهُمْ فَیَنْقَلِبُوْا خَآىٕبِیْنَ" لَیْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ اَوْ یُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ" وقال تعالیٰ: اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ" واللہ سبحانہ وتعالیٰ امرنا ان نطیع رسولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال" مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ" وامرنا ان نتبعہ فقال تعالیٰ: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ" وامرنا ان نعزرہ ونوقرہ وننصرہ وجعل لہ من الحقوق ما بینہ فی کتابہ وسنۃ رسولہ حتی اوجب علینا ان یکون احب الناس الینا من انفسنا واھلینا فقال تعالیٰ: اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ" وقال تعالیٰ: قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِیْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ﰳاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" والذی نفسی بیدہ لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین" وقال لہ عمر رضی اللہ عنہ یا رسول اللہ لانت احب الی من کل شیئ الا من نفسی فقال" لا یا عمر حتی اکون احب الیک من نفسک" قال فلانت احب الی من نفسی- قال" الآن یا عمر" وقال" ثلاث من کن فیہ وجد بھن حلاوۃ الایمان من کان اللہ و

رسوله احب اليه مما سواهما و من كان يحب المرء لا يحبه الا لله ومن
كان يكره ان يرجع فى الكفر بعد اذ انقذه الله منه كما يكره ان يلقى فى النار»
وقد بين فى كتابه حقوقه التى لا تصلح الا له وحقوق رسله وحقوق
المومنين بعضهم على بعض كما بسطنا الكلام على ذلك فى غير هذا الموضع
وذلك مثل قوله تعالى: وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ
فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ» فالطاعة لله والرسول والخشية والتقوى لله
وحده وقال تعالى: وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا
اللّٰهُ سَيُؤْتِينَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللّٰهِ رَاغِبُونَ» فالايتاء لله
والرسول والرغبة لله وحده وقال تعالى: وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ
وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا» لان الحلال ما احله الله ورسوله والحرام
ما حرمه الله ورسوله واما التحسب فهو لله وحده كما قال «وَقَالُوا حَسْبُنَا
اللّٰهُ» ولم يقل حسبنا الله ورسوله وقال تعالى: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ
اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ» اى يكفيك الله ويكفى
من اتبعك من المومنين وهذا هو الصواب
المقطوع به فى هذه الآية ولهذا كانت
كلمة ابراهيم ومحمد عليهما الصلاة
والسلام حسبنا الله ونعم
الوكيل

والله سبحانه وتعالى اعلم واحكم وصلى الله على خير خلقه سيدنا محمد
وعلى آله وصحبه وسلم

تمت

تفسیر سورۂ اخلاص

مصنفہ امام ابن تیمیہ رح

مترجمہ مولانا غلام ربانی صاحب سابق نائب مدیر اخبار زمیندار لاہور

اس تفسیر میں خالص اسلامی توحید جلوہ گر ہے، عیسائیوں، اور آج کل کے مادہ پرست آریوں، مشرکین ہند و تاتار اور دیگر باطل مذاہب کی پوری، پوری تردید ہے۔ سورۂ اخلاص کی چند آیتوں کی تفسیر میں قرآن و سنت کے سینکڑوں نئے نئے نکات اور معارف کا انکشاف ہے، گویا علمی مضامین کا بحرِ ذخار ہے جس کے تلاطم خیز امواج کے سامنے فرقہ ہائے ضالہ مثلاً قدریہ، جہمیہ، معطلہ، رافضیہ وغیرہ وغیرہ خس و خاشاک کی طرح بہتے نظر آتے ہیں۔ بایں غرض کہ آپ کے سامنے اس کتاب کے مضامین کا مختصر سا خاکہ آ جائے، اس کے چند نہایت ضروری مضامین کی فہرست ذیل میں درج کی جاتی ہے:

لفظ "صمد" کی تفسیر۔ لفظ "سید" کی تفسیر۔ لفظ "احد" کا استعمال۔ "احد" کا اطلاق صرف اللہ تعالے پر ہو سکتا ہے۔ ولادت کے معنی۔ اثباتِ صانع کے دلائل۔ کیفیتِ معاد و معانیٔ اعادہ پر بحث۔ نفخ جبریل ع ولادتِ مسیح ع۔ تولد کے دو اصل۔ اللہ تعالیٰ والد و ولد سے منزہ ہے۔ صعۃ اللہ سے مراد ابن اللہ نہیں۔ عیسائیوں اور مشرکوں میں اتحادِ عقیدہ۔ امر اللہ کی تشریح۔ روح القدس کی تفسیرات۔ عقیدۂ قدم عالم کی تردید کفارِ عرب و مشرکین یونان و ہند و تاتار کا مقابلہ۔ سلف صالحین و جدید علم کلام۔ اسلام میں کوئی بات عقل سلیم کے مخالف نہیں۔ کشفِ ساق کی تفسیر۔ اختلاف رحمت و نزاع مذموم۔ "جوہر فرد" اور سلفِ اسلام۔ حدوثِ اجسام اور تصورات نفس۔ حقیقتِ روح کے متعلق اختلافات۔ تحیزِ ملائکہ و ارواح کے متعلق سلف کی رائے۔ رازی کا رجوع۔ محض حفظِ قرآن اور علم معانیٔ قرآن۔ لفظ "تاویل" کے معانی۔ تشابہ کی دو قسمیں۔ سارے قرآن کا علم و تدبر ممکن ہے۔ "تدبر متشابہات" و "ابتغاء فتنہ" میں فرق۔ اسلام میں تاویل صحیح کا مقام۔ تاویلاتِ باطلہ کے خلاف امام احمد بن حنبل رح کا جہاد۔ حروفِ مقطعات پر بحث۔ لفظ اُمّی کی تشریح۔ کتاب و سنت خلافِ عقل نہیں۔ سورۂ اخلاص کا سبب نزول۔ قبروں میں نماز پڑھنے کی ممانعت کیوں ہوئی؟ مساجدِ ثلاثہ اور مسجد قبا۔ اکل و شرب اور اتباعِ رسول ص۔ آلاتِ حرب اور اتباعِ سلف۔ رافضہ کی افراط و تفریط۔ سلطان صلاح الدین رح و نور الدین رح۔

غرض اس کتاب کے محاسن دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اہل علم کے لئے ایک بے نظیر علمی خزانہ ہے، اور مناظرہ کرنیوالوں کے لئے فرقہ ہائے ضالہ کے خلاف ایک برہنہ تلوار ہے۔

کاغذ سفید۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب۔ سرورق رنگین حجم ۳۱۶ صفحات۔ تقطیع ۲۰×۲۶/۸ قیمت۔۔ عہ/

المشتہر

محمد شریف عبد الغنی تاجران کتب و مالکان دار الترجمہ والاشاعت کتب حدیث و تصانیف امام ابن تیمیہ وغیرہ بازار کشمیری لاہور

اثبات التوحید

مصنفہ حکیم محمد حسین صاحب امین آبادی

یہ کتاب قاضی فضل احمد صاحب پنشنر کورٹ انسپکٹر پولیس لدھیانوی کی کتاب انوار آفتاب صداقت کے جواب میں لکھی گئی ہے جس میں قاضی صاحب موصوف نے فرقہ اہل حدیث اور جماعت حنفیہ دیوبندیہ کے عقاید شمار کر کے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ، مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور متعدد علماء دیوبند اور مولانا اشرف علی صاحب تھانوی پر کفر کا فتویٰ صادر فرمایا ہے۔ اثبات التوحید میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اور مولانا شہیدؒ کے مختصر حالات زندگی لکھ کر بعد میں قریباً بتیس مختلف مسائل پر بحث کر کے قرآن و حدیث کے نصوص قطعیہ کی رو سے انسپکٹر صاحب کے اعتراضات کو توڑ دیا گیا ہے اور آخر میں اہل سنت کا جو عقیدہ ہونا چاہئے اُسے بالوضاحت درج کر دیا گیا ہے۔ چونکہ توحید کی صحیح تعلیم کے بغیر ایمان کی تکمیل ممکن نہیں اور اسلام کے ارکان کی حقیقت پر دھبہ لگتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہر شخص اپنے ایمان اور اسلام کو درست بنانے کیلئے تعصب کو دور کر کے اس کتاب کا مطالعہ کرے تاکہ مخالفین سنت کی تاویلات باطلہ سے آگاہ ہو کر سنت خیر الانام کا عامل بن سکے۔ مضامین کی فہرست درج ذیل ہے تاکہ کتاب کی ہیئت آپ کے سامنے آجائے اور اسکی خوبیوں کا آپ کو پتہ چل سکے۔ دھو ھذا:

دیباچہ۔ خود پرست اور حیلہ ساز علماء۔ اختلاف امت کے وقت سنت کو مضبوط پکڑنا۔ قوت اور ضعف ایمان۔ بدعات زمانہ۔ بدعات کی اہل ہنود سے مشابہت۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ۔ امام صاحب کے مداح۔ مولانا شہیدؒ۔ شہیدؒ صاحب کا بیوی کی صحنک کو بند کرنا۔ صراط مستقیم مصنفہ مولانا شہیدؒ کا مکہ معظمہ میں مقبول ہونا۔ مولانا شہیدؒ سید احمد بریلوی کے خلیفہ تھے۔ مولوی عبداللہ ملتانی کو مولانا شہیدؒ کی نسبت کشف۔ مولوی سدید الدین کا مصطفا مولانا شہیدؒ کی نسبت خیال۔ فضل حق معقولی خیرآبادی اور مولانا شہیدؒ۔ عبداللہ سراج شیخ العلماء مکہ کا مولانا شہیدؒ سے اپنے شبہات علمی نکالنا۔ شہیدؒ پر چند بہتان مثلاً خلف وعید۔ آنحضرت صلعم کو بڑا بھائی کہا۔ آنحضرتؐ کو ذلیل کہا (نعوذ باللہ) انکار شفاعت۔ آنحضرتؐ کو مردہ کہا۔ آنحضرت کی قدرت۔ آپ کا علم غیب۔ روضہ مطہرہ کی زیارت اور آپ سے امداد مانگنا۔ آپ کو حاضر ناظر جاننا۔ آپ کی مثل بنانا۔ قبروں پر غلاف۔ قبر پر کھڑے ہو کر امداد مانگنا۔ قبروں پر چراغ۔ فرش۔ قبروں پر کا پانی۔ قبروں سے اُلٹے پاؤں نکلنا۔ قبر پر بوسہ۔ قبر پر مورچھل۔ قبر پر شمیانہ۔ قبروں کے مجاور۔ فیصلہ ثالث۔ الہامی تصدیق۔ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور ان پر کے اعتراضات۔ مجلس میلاد۔ کعبۃ اللہ کے چار مصلے۔ رسومات میت۔ آنحضرت صلعم کا علم۔ معترض کے فتاوے اور تقریظیں۔ غلام دستگیر قصوری پر جرح۔ حاجی لعل خاں اور اُن کی کتاب۔ تقویۃ الایمان کے مداح۔ مولانا شہیدؒ کا ایک خط۔ نصیحۃ المسلمین از مولوی خرم علی صاحب مرحوم منظوم۔

سائز $\frac{26 \times 20}{8}$ کاغذ دبیز۔ حجم ۱۸۰ صفحات۔ قیمت صرف ایک روپیہ ... ... عمر

محمد شریف عبدالغنی تاجران کتب بازار کشمیری لاہور سے طلب کریں